هو المعین

مُعِینُ العَقَائِدِ

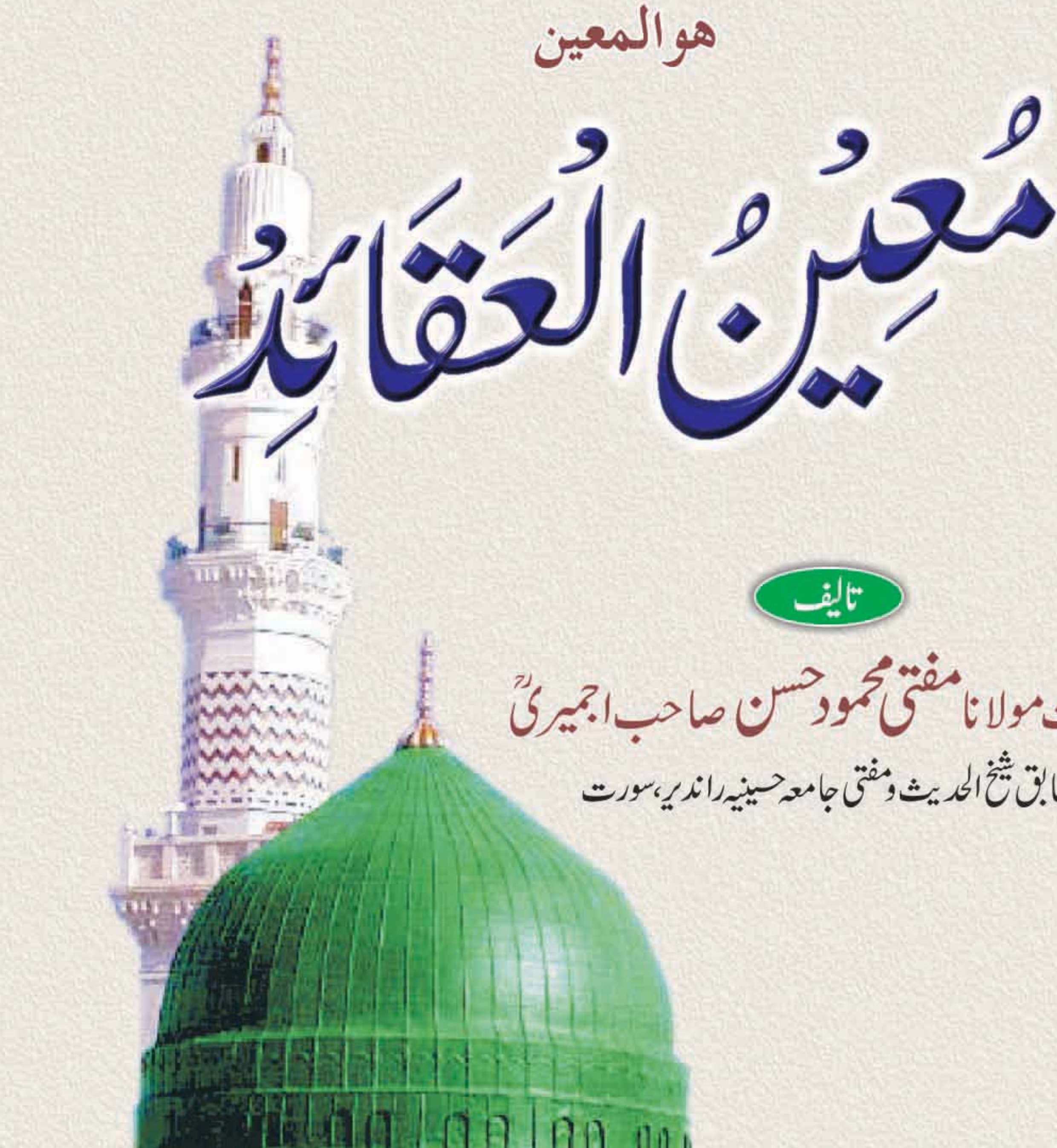

تالیف

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب اجمیریؒ

سابق شیخ الحدیث و مفتی جامعہ حسینیہ راندیر، سورت

ناشر

مولانا محمود شبیر مولانا محمد سعید راندیری صاحب

مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات (انڈیا)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

هو المعين

مُعِینُ العَقَائِدُ

مرتبہ

حضرت مولانا مفتی محمود حسن ہزاروی اجمیریؒ

سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات

ناشر

مولانا محمود شبیر مولانا محمد سعید راندیری صاحب

مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات (انڈیا)

نام کتاب: معین العقائد
مرتب: حضرت مولانا مفتی محمود حسن ہزاروی اجمیریؒ سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر
زیر اہتمام: مولانا محمود شبیر بن مولانا محمد سعید راندیری صاحب (مہتمم جامعہ حسینیہ راندیر)
ناشر: جامعہ حسینیہ راندیر، سورت، گجرات
اشاعت: طبع پنجم، ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء
کمپیوٹر سیٹنگ: راہی گرافکس، راندیر، سورت (موبائل: 9898439914)

یہ کتاب جناب مفتی **عبد الستار** صاحب آچھودی (حال مقیم امریکہ) کی طرف سے ہمارے پیارے نبی سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، اور اُن کے والدین، اساتذۂ کرام، رشتہ داران واحباب اور اُمّتِ محمدیہ کے ایصالِ ثواب کے لئے چھپوا کر وقف کی گئی ہے۔

اس کتاب کو پڑھنے والے تمام مسلمانوں سے دعاؤں کی گزارش ہے۔

PUBLISHER
JAMEAH HUSAINIYAH RANDER, SURAT-395005, GUJARAT (INDIA)
PH: (0261) 2763303, FAX: (0261) 2766327

مصنّفِ کتاب ایک نظر میں

خداوندِ قدوس کا خاص لطف وکرم خطۂ گجرات پر یہ ہوا کہ ہمیشہ اس سرزمین میں اساطین علم وفن کا ورود مسعود ہوتا رہا اور یہاں کے بدعات وخرافات کے خزاں سرا ماحول کو علومِ نبوت کی تابانی سے سبزہ زار کرنے کا عظیم کام بھی چلتا رہا۔

خدا کی اس زمین کو جن برگزیدہ ہستیوں نے اپنی ناقابل فراموش علمی خدمات، بلند افکار اور ارجمند جذبات سے آراستہ کیا ان کی فہرست میں ایک نمایاں نام جناب حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب کا بھی ہے۔ ۱۵/شوال ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۲/جون ۱۹۲۲ء میں اجمیر شریف سے مولانا محمد حسین راندیریؒ کی دعوت پر راندیر تشریف لائے اور چھبیس (۲۶) سال تک جامعہ حسینیہ راندیر سے منسلک رہ کر سورت اور اس کے اطراف کو علمِ دین کی نورانیت سے لالہ زار کیا اور سینکڑوں تشنگانِ علم نبوت کو مخمور وسیراب کیا۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ہزاروی ۵/ذی الحجہ ۱۳۰۹ء بمطابق ۱۸۹۲ء کو ''ویدل کماچ'' علاقۂ چغزئی، قصبہ ہزارہ میں جناب حضرت مولانا حاجی احمد خاں صاحب کے گھر میں پیدا ہوئے۔ اور اپنے ہی علاقہ کے باصلاحیت علماء کرام سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد علم تفسیر کے شہرۂ آفاق عالم ربانی حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے سندھ میں پڑھا، پھر آپ سندھ سے اجمیر شریف منتقل ہوگئے، اجمیر کے معروف ومشہور عالم حضرت مولانا معین الدین صاحب سے مدرسہ معینیہ اجمیر شریف میں تکمیل کی سعادت حاصل کی۔ آپ پیر سید غلام مصطفیٰ قادری کلیدری کے خلیفہ ومجاز بھی تھے۔ پھر اسی مدرسہ ''صوفیہ'' میں کچھ عرصہ تدریس کرنے کے بعد جامعہ حسینیہ راندیر، سورت میں شروع میں بحیثیت صدر مدرس برسرِ تدریس ہوئے پھر بطور شیخ الحدیث ۲۶/سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کی صلاحیت

طرز بیان، انداز خطابت اور مطالعہ کی گہرائی یہاں کے ارباب علم وفن کے حلقہ میں طشت از بام تھی۔ لہٰذا جامعہ میں آنجناب سے سیکڑوں بادہ نوشوں کو سیرابی کا موقعہ ملا، لیکن جب ملک کی تقسیم ہوگئی تو آپ اپنے وطن مالوف کی طرف رحلت فرما گئے۔ اور وہاں ”مطلع العلوم بروری روڈ، کوئٹہ“ میں ابتداءً پڑھایا۔

پھر ۱۳۷۳ھ بمطابق ۱۹۵۳ء میں کوئٹہ کی مشہور عیدگاہ کے قریب جامعہ عربیہ اسلامیہ کی داغ بیل ڈالی اور اسی میں ایک مسجد تعمیر کرائی اور تادم حیات وہاں تدریس وافتاء کے مشغلے میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ یکم ذی الحجہ ۱۳۹۳ء بمطابق ۱۹۷۳ء کو اس دنیائے دوں سے آخرت کا سفر کیا اور اپنے ہی قائم کردہ مدرسہ کے احاطہ میں سپرد خاک ہوئے۔

حضرت والا نے اپنی زندگی میں کئی اہم کتابیں تصنیف فرما کر اپنی خدمات کو جاودانی و پائندگی بخش دی اور آنے والی نسلوں تک کے لئے محفوظ کرلیا ہے۔

مرحوم کی گرانقدر تصانیف:

(۱) معین العقائد

(۲) معین الحکمت

(۳) معین الفرائض

(۴) معین المنطق اول دوم

(۵) التذکرۃ المحمودۃ

* * *

تعارف وسبب تالیف

سلسلۂ تسہیلات معینی جن ضروریات کے تحت قائم کیا گیا ہے ان کا تذکرہ اشتہارات و کتب سابقہ میں بارہا آ چکا ہے۔ اور جن کا احساس خود ماہرین تعلیمات کو بھی ہے۔

تعلیمی سلسلہ میں مسلم طلبہ بلکہ ہر مسلمان کو عقائد اسلامیہ سے واقفیت کی جتنی ضرورت ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ مگر اس فن کی عربی کتابیں اشکال کی وجہ سے، اور اردو کتابیں اختصار مُخل اور یا طوالت مُمِل کی وجہ سے طلبہ کی توجہ کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتیں۔ خصوصاً سرکاری مدارس کے طلبہ جن کو تفریحی اوقات کی نسبت تعلیمی اوقات بہت کم دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے وہ اس ضروری فن سے قطعاً محروم رہ جاتے ہیں۔ اسی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے سرکاری مدارس کے طلبہ کی سہولت کی خاطر کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اگر وہ ان میں سے ایک حصہ ہر سال یاد کر لیا کریں گے تو ابتدائی تعلیم سے فراغت پانے تک وہ اسلامی عقائد سے بھی واقفیت تامّہ حاصل کر لیں گے۔ اور دوسری طرف اسلامی مدارس کے طلبہ بھی آئندہ فن کے دقیق مسائل کے سمجھنے کی اچھی استعداد پیدا کر لیں گے۔

کتاب کا حصّہ اوّل تو بعینہٖ عقائد نسفی کا ترجمہ ہے جو جملہ اہل سنت والجماعت کی مقبول ترین کتاب ہے۔ اور حصّۂ دوم شرح عقائد اور شرح فقہ اکبر وغیرہ معتبر کتابوں کا خلاصہ ہے۔ جس میں مزید اطمینان کے لئے حوالہ جات بھی ساتھ درج کر دیئے گئے ہیں۔ اور حصّہ سوم میں علم عقائد کی ضرورت اور ایمان مفصل کے متعلق ضروری تشریحات بیان کی گئی ہیں۔

غرض نصاب تعلیم میں رکھنے کے لئے ایک کتاب کو جن خصوصیات کا حامل ہونا چاہئے ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب کو ہر طرح مکمل بنانے کی سعی کی گئی ہے۔ تاہم اگر کسی صاحب کو کہیں کوئی خامی یا خلا محسوس ہو تو براہ کرم ہمیں اطلاع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کو سامنے رکھا جائے۔

ان ارید الا الاصلاح ماستطعت وما تَوفیقی اِلّا باللّٰہ. فقط

محمود حسن غفر له

ابتدائی درجہ کے طلبہ کے لئے

معین العقائد

حصّہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ و نُصلّی علٰی رسوله الکریم.

عقائد نسفی کا ترجمہ

(١) صرف ایک معبود حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہمارا اور سارے عالم کا خالق ہے۔

(٢) اسی اللہ تعالیٰ میں کمال اور بزرگی کی تمام صفتیں موجود ہیں۔

(٣) وہی اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیب و نقصان سے پاک ہے۔

(٤) قرآن شریف اسی اللہ تعالیٰ کا قدیم ازلی کلام ہے۔

(٥) یہ سارا عالم اسی اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت اور ارادے سے پیدا کیا ہے۔

(٦) بندوں کے تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندے محض کاسِب ہیں۔

(٧) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نیکی سے راضی اور بدی سے ناراض ہوتا ہے۔

(٨) اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ امر نہیں کرتا۔

(٩) ہر کسی کا صرف ایک ہی اجل مقرر ہے (ہر کسی کی موت کا وقت مقرر ہے)

(١٠) مقتول بھی اپنی اجل ہی سے مرتا ہے (اپنے وقت مقررہ پر ہی مرتا ہے)

(١١) حرام بھی رزق ہے۔

(١٢) ہر کوئی اپنا ہی رزق کھاتا ہے۔

(١٣) کوئی کسی کا رزق کھا ہی نہیں سکتا۔

(١٤) ہدایت اور گمراہی حقیقتہً اللہ کی مشیّت پر موقوف ہیں۔

(۱۵) بندوں کے لئے جو بھی مفید امر ہو اسی کو موجود کرنا اللہ پر لازم نہیں۔

(۱۶) قیامت میں نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

(۱۷) بُرے لوگوں کے لئے قبر کا عذاب یقینی ہے۔

(۱۸) قبر میں مُردوں سے مُنکر نکیر کا سوال کرنا بھی یقینی ہے۔

(۱۹) مرنے کے بعد قیامت کے دن سب کا دوبارہ زندہ ہونا یقینی ہے۔

(۲۰) قیامت کے دن میزان پر اعمال کا تولنا یقینی ہے۔

(۲۱) قیامت کے دن حساب کتاب کا ہونا اور سب کو اپنے اپنے اعمال نامے ملنا یقینی ہے۔

(۲۲) قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کا حوض کوثر یقینی ہے۔

(۲۳) جہنم پر پُل صراط اور اس پر سے سب کو گزرنے کا حکم ہونا یقینی ہے۔

(۲۴) جنّت اور دوزخ یقینی ہیں۔

(۲۵) جنّت اور دوزخ اس وقت موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گی۔

(۲۶) جنّت اور دوزخ اور ان کے رہنے والوں کو کبھی فنا نہیں۔

(۲۷) کوئی شخص محض گناہ کبیرہ کے کرنے پر ایمان سے نہیں نکلتا۔

(۲۸) کوئی شخص محض گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کفر میں داخل نہیں ہوتا۔

(۲۹) اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرتا۔

(۳۰) اگر اللہ چاہے گا تو شرک کے سوا ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کو معاف کردے گا۔

(۳۱) اگر اللہ چاہے گا تو گناہ صغیرہ پر بھی عذاب دے گا۔

(۳۲) اگر اللہ چاہے گا تو کبیرہ گناہ کو توبہ کے بغیر بھی معاف کردے گا۔

(۳۳) گناہ کبیرہ بلکہ کسی بھی معصیت کو حلال جاننا کفر ہے جو ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔

(۳۴) گناہ کبیرہ والے مسلمان بھی شفاعت کے امیدوار ہوسکتے ہیں۔

(۳۵) ابدی عذاب اور جہنم صرف کفار و مشرکین کے لئے ہے۔

(۳۶) مسلمان کے لئے ہمیشہ کا عذاب نہیں ہے خواہ کتنا ہی گنہگار اور بلا توبہ مرا ہو۔

(۳۷) مسلمان گنہگاروں کو اللہ جتنا چاہے گا اتنا عذاب دے کر پھر جنت میں لے جائے گا۔

(۳۸) اعمال صالحہ نفس ایمان کے اجزاء نہیں بلکہ کمال ایمان کے اثرات وثمرات ہیں۔

(۳۹) ایمان صرف ارکان دین پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کا نام ہے۔

(۴۰) اعمال صالحہ کی کمی بیشی سے نفسِ ایمان میں کمی بیشی نہیں آتی۔

(۴۱) ایمان اور اسلام ذاتاً ایک ہی شے ہیں۔

(۴۲) ہر مسلمان بلا تردّد کہے کہ میں مومن ہوں، یہ نہ کہے کہ انشاء اللہ میں مومن ہوں۔

(۴۳) بظاہر انسان کی نیکی و بدی میں تغیر وتبدل ہوسکتا ہے مگر تقدیر میں جو انسان نیک یا بد لکھ دیا گیا ہے اس میں تغیر وتبدل ممکن نہیں۔

(۴۴) انبیائے کرام کے بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت اور حکمت ہے۔

(۴۵) اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیائے کرام کو معجزات اور دلائل دے کر مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔

(۴۶) انبیائے کرام کی کوئی خاص تعداد اور گنتی معلوم نہیں۔

(۴۷) انبیاء میں سب سے اوّل حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخر میں محمد رسول اللہ ﷺ بھیجے گئے ہیں۔

(۴۸) سب انبیائے کرام جملہ صفات حسنہ سے موصوف اور ہر قسم کے گناہ اور عیوب سے پاک تھے۔

(۴۹) انبیائے کرام میں سے ہر ایک اپنا اپنا فریضۂ تبلیغ ادا کر چکا ہے۔

(۵۰) انبیائے کرام میں سب سے افضل ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

(۵۱) فرشتے اللہ تعالیٰ کے ایک نورانی معصوم، فرماں بردار بندے ہیں۔

(۵۲) اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام پر اپنی بہت سی کتابیں اتاری ہیں۔

(۵۳) بحالت بیداری آنحضرت ﷺ کی معراج کو ہم یقینی مانتے ہیں۔

(۵۴) ہم کرامت اولیاء کو بھی یقینی مانتے ہیں۔

(۵۵) ثبوتِ کرامت پر بکثرت دلائل وشواہد موجود ہیں۔

(۵۶) کرامتِ ولی دراصل اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کا یہ ولی امتی ہو۔

(۵۷) کامل تقویٰ کے بغیر کوئی ولی ہو ہی نہیں سکتا۔

(۵۸) ولی کے لئے پہلی شرط کسی برحق نبی کے امتی ہونے کا اقرار ہے۔

(۵۹) انبیاء کے بعد سب سے افضل ابوبکرؓ، پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ اور پھر علیؓ ہیں۔

(۶۰) ہم ان کی خلافت کو بھی اسی ترتیب سے برحق مانتے ہیں۔

(۶۱) رسول اللہ ﷺ کے بعد تیس برس تک خلافت راشدہ رہی ہے۔ پھر اس کے بعد امارت و سلطنت بن گئی۔

(۶۲) مسلمانوں کے لئے ہر زمانے میں امام (بادشاہ اسلام) کا موجود ہونا ضروری ہے۔

(۶۳) بہتر یہ ہے کہ امام قریشی ہو۔

(۶۴) امام کا ظاہر رہنا ضروری ہے، کیونکہ روافض کے امام مخفی کی طرح امام کا وجود وعدم برابر ہے۔

(۶۵) امام کے لئے معصوم ہونا یا اپنے زمانے کا سب سے افضل ہونا شرط نہیں ہے۔

(۶۶) امام کے لئے شرط یہ ہے کہ باشوکت ہو، مُدبّر ہو، مسلمان ہو اور احکام شرعیہ کے اجراء پر کامل قدرت رکھنے والا ہو۔

(۶۷) محض فسق وفجور کے فعل سے امام کو معزول نہیں کیا جا سکتا۔

(۶۸) ہر مسلمان کے پیچھے نماز جائز ہے خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار۔

(۶۹) ہر مسلمان کی میت پر نماز جنازہ ضروری ہے، خواہ وہ کتنا ہی گنہگار ہو۔

(۷۰) ہم تمام صحابہؓ کا احترام کرتے ہوئے کسی صحابی کے حق میں بدگوئی جائز نہیں سمجھتے۔

(۷۱) ہم عشرۂ مبشرہ[۱] کو جنتی مانتے ہیں۔

(۷۲) ہم سفر وحضر دونوں میں موزوں پر مسح جائز مانتے ہیں۔

(۷۳) ہم غیر مُسکر نبیذ کو حلال جانتے ہیں۔

---

[۱] یعنی ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، سعد بن وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، ابوعبیدہ عامرؓ بن عبداللہ بن الجراح الفہری القرشی ۱۲ منہ

(۷۴) ولی کتنا ہی بڑا ہو مگر نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

(۷۵) کوئی عاقل، بالغ، باہوش انسان عذر شرعی کے بغیر احکام شرعیہ سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتا۔

(۷۶) نصوص شرعیہ سے وہی احکام مراد ہیں کہ جن کا بیان کتاب وسنت میں صریح اور واضح الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

(۷۷) فرقۂ باطنیہ کی طرح نصوص سے معانی باطنیہ مراد لینا کفر ہے۔

(۷۸) نصوص قطعیہ سے انکار کرنا کفر ہے۔

(۷۹) کسی قسم کے گناہ کو حلال جاننا کفر ہے۔

(۸۰) احکام شرعیہ کا استہزا اور حقارت کرنا کفر ہے۔

(۸۱) اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔

(۸۲) اللہ کے عذاب سے بے خوف رہنا کفر ہے۔

(۸۳) غیب کی باتیں بتانے والے کی تصدیق کرنا کفر ہے۔

(۸۴) دعاؤں اور خیر خیرات کے ایصال ثواب سے مردوں کی ارواح کو نفع پہنچتا ہے۔

(۸۵) اللہ تعالیٰ بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور ان کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔

(۸۶) صحیح نصوص میں جو قیامت کی نشانیاں بتلائی گئی ہیں وہ حق ہیں، جیسے دجّال کا آنا، دابّۃ الارض کا پیدا ہونا، مغرب سے سورج کا نکلنا، دنیا میں یاجوج ماجوج کا نکل کر فساد کرنا، قتل دجّال کیلئے آسمان سے عیسیٰؑ کا اترنا، یہ سب امور اپنے اپنے اوقات مقررہ پر ضرور ظاہر ہوں گے۔

(۸۷) مجتہد سے بھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے۔

(۸۸) خاص انسان (پیغمبر) خاص فرشتوں (پیغمبر) سے بہتر ہیں۔

(۸۹) عام انسان (غیر انبیاء) عام فرشتوں (غیر پیغمبر) سے بہتر ہیں۔

(۹۰) خاص فرشتے (پیغمبر) عام انسانوں (غیر انبیاء) سے بہتر ہیں۔

❁ ❁ ❁

مسلمانوں کے مختصر امتیازی عقیدے

دنیا کا ہر ایک مسلمان مندرجہ ذیل امور کا زبان سے اقرار اور دل سے یقین رکھتا ہے۔

(۱) پہلے اس عالم ہستی میں نہ انسان تھا نہ فرشتے اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین، صرف ایک ذات واحد الوجود اللہ تعالیٰ اپنی جملہ صفات کمالیہ کے ساتھ موجود تھی۔

(۲) پھر اس بے مثال اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت وارادے سے زمین، آسمان اور جملہ کائنات اور آخر میں حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کو پیدا کیا۔

(۳) اس عالم ہستی کی ہر چیز کا خالق، متصرف اور مربی وہی اللہ تعالیٰ ہے، وہ جس کو جیسا چاہتا ہے ویسا پیدا کرتا ہے اور جس کو جب اور جس طرح چاہتا ہے فنا کر دیتا ہے۔ اس کے علم اور ارادے کے بغیر نہ کوئی ذرّہ موجود ہوسکتا ہے اور نہ کوئی حرکت کرسکتا ہے۔ ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز اور ہر ضرورت میں اسی کی محتاج ہے۔

(۴) اس نے انسان کو اپنی اطاعت و بندگی اور مخلوق میں عدل وانصاف کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اس فریضہ کو بآسانی ادا کرنے کے لئے اس کو زمین کی حاکمیت اور دیگر مخلوق پر فوقیت بخشی ہے۔

(۵) انسان جب مر جاتا ہے تو اس کا یہ خاکی جسم تو فنا ہو جاتا ہے مگر اس کی روح ایک غیر محسوس کیفیت سے زندہ اور باقی رہتی ہے، جو اپنی زندگی کی نیکی اور بدی کی جزا و سزا کو پاتی ہے۔

(۶) عنقریب ایک وقت آنے والا ہے کہ دنیا میں انسانی آمد و رفت کا یہ سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور عالم ہستی کا یہ سارا نظام درہم برہم ہو کر فنا ہو جائے گا۔ اس عالم کے فنا کے بعد پھر ایک نئے ابدی عالم میں انسان کو دوبارہ ابدی حیات سے زندہ کیا جائے گا۔ اس دن کو قیامت، آخرت اور روز جزا کہتے ہیں۔ یہ دن بڑا ہی ہولناک دن ہوگا جس کے آلام ومصائب کو ابھی ہم سمجھ بھی نہیں سکتے۔ اس دن کی مشکلات وآلام سے بچ کر راحت وسکون کی دائمی زندگی وہاں صرف ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو اس دنیاوی زندگی کو خالق کی فرماں برداری اور اطاعت میں گزار چکے ہوں گے۔ اور جنہوں نے اس دنیا میں اپنی زندگی خدا کی نافرمانی میں گزاری ہوگی ان کو اس دن سخت سزا اور

عذاب میں رکھا جائے گا۔

(۷) ان تمام باتوں کے جاننے سے چونکہ انسانی عقلیں قاصر ہیں اس لئے اس مہربان خالق نے حضرت آدمؑ اوراس کے بعدان کی اولاد میں وقتاً فوقتاً پاکیزہ خصلت اور نیک انسانوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اوران پیغمبروں پر اپنے مقرب فرشتے جبرئیلؑ کے ذریعہ اپنی کتابیں نازل کی ہیں۔ ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی وہ سب ہدایتیں موجود ہیں جن کی انسانی زندگی کے ہرایک شعبے میں ضرورت پڑتی ہے۔

ان آسمانی ہدایات واحکام الٰہی کی تشریح ہر زمانے کے پیغمبر نے دیگر عام انسانوں کے سامنے اپنے قول اوراپنے عمل سے کی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی اس قولی اور عملی تشریح کو حدیث کہتے ہیں۔ بس یہی آسمانی کتابیں اور حدیث مسلمانوں کی زندگی کے ہرایک شعبے میں ان کی رہنمائی کرتی ہیں اور مسلمان ان ہدایات کی اطاعت وپیروی کو اپنا مذہب، اپنا دین، اپنا فریضہ اور نجات اخروی کا ذریعہ مانتے ہیں۔

❀ ❀ ❀

درجۂ دوم کے طلبہ کے لئے

معین العقائد

حصّہ دوم

مقدمہ

اس علم کے مضامین کو شروع کرنے سے پہلے اس کی تعریف، موضوع اور غرض وغیرہ ابتدائی امور بطور مقدمہ وتمہید لکھے جاتے ہیں۔ تاکہ ان سے واقفیت کے بعد تم کو تحصیل فن میں بصیرت اور سہولت حاصل ہو۔

تعریف: علم عقائد وہ علم ہے جس میں عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق خالق کی ذات و صفات اور کائنات عالم کے مبدأ ومعاد سے بحث کی جاتی ہے۔

موضوع: اس علم کا موضوع خالق کی ذات وصفات اور کائنات ہستی کے مبدأ ومعاد کے متعلق عقیدۂ اہل سنت والجماعت ہے۔

غرض: اس علم کے پڑھنے سے یہ فائدہ اور غرض ہے کہ انسان اپنے مبدأ ومعاد اور اپنے خالق کی ذات وصفات کے متعلق اپنے عقیدے کو درست رکھنے سے سعادت دارین حاصل کرلے۔

تسمیہ: چونکہ اس علم میں عقائد ونظریات بیان کئے جاتے ہیں اس لئے اس کو علم عقائد کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں توحید ذات وصفات الٰہی سے بحث کی جاتی ہے اس لئے اس کو علم التوحید والصفات بھی کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس میں مسئلہ کلام الٰہی بڑا ہی اختلافی اور معرکۃ الآرا مسئلہ ہے اس لئے اس کو علم کلام بھی کہتے ہیں۔

رُتبہ: علوم دینیہ میں اس علم کا رُتبہ سب سے بڑا ہے کیونکہ جملہ امور دینیہ کا دارومدار صحت عقائد پر ہے۔ اگرچہ انسان عمر بھر نیکیاں ہی کرتا رہے مگر جب کبھی عقیدے میں کچھ نقصان واقع ہوجائے گا تو ساری نیکیاں برباد جائیں گی۔ اور اگر عقیدہ صحیح ہو تو کم از کم ابدی عذاب سے تو

نجات مل جائے گی۔ قرآنی تعلیم میں بھی ایمان اور عقائد کی فضیلت واہمیت پر بکثرت اشارے اور تصریحات موجود ہیں اور جہاں اعمال صالحہ کا ذکر آیا ہے وہاں شروع میں ایمان کو بالالتزام لایا گیا ہے۔ جس سے واضح طور پر ایمان اور حسن عقیدہ کی اہلیت ثابت ہوتی ہے۔

باعث وضرورۃ: شیخ حسن بصریؒ کی مجلس میں ایک دفعہ واصل بن عطاء نے اس عقیدہ کا اظہار کیا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ مومن رہتا ہے نہ کافر۔ جس پر شیخ نے فرمایا اِعتَزَلَ عَنَّا یعنی یہ شخص ہماری جماعت سے علیحدہ ہوگیا۔ چنانچہ اس کے بعد اس نے اپنی ایک الگ جماعت بنائی جو معتزلہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اور آگے جا کر اس میں اور کئی شاخیں پیدا ہوگئیں۔ اس فرقہ میں ابوعلی جُبائی اور متأخرین میں سے قاضی عبدالجبار مشہور ہستیاں گزری ہیں۔ ان کے مقابلے میں شیخ ابوالحسن اشعریؒ اور شیخ ابومنصور ماتریدیؒ نے عقائد صحیحہ کی تحریر وتقریر سے بڑی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں جن کی وجہ سے یہ دونوں حضرات عقائد اہل سُنت والجماعت کے امام مانے جاتے ہیں۔ جن میں چند معمولی اختلافات کے سوا بقیہ عقائد پر دونوں کا اتفاق ہے۔ اختلافی مقامات میں ہم حنفی ماتریدی عقیدہ کی پیروی کرتے ہیں اور بقیہ ائمہ اشعری کی۔ اس لئے ہم حنفیوں کو ماتریدیہ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں اور شوافع کو اشعری اہل سنت والجماعت۔

ایمان اور اسلام کے متعلق عقائد کا بیان

ایمان: عربی لغت میں ایمان کے معنی ہیں دل سے تصدیق کرنا یقین اور باور کرنا۔

شریعت کی اصطلاح میں اللہ اور رسول کے اُن احکام پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کرنے کو کہتے ہیں جو یقینی ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں۔

اسلام: اس کے لغوی معنی ہیں کسی حکم کے سامنے اپنی تسلیم ورضا، انقیاد وخشوع اور اطاعت ظاہر کرنا۔ شریعت کی اصطلاح میں اسلام کے معنی احکام الٰہی کے سامنے اپنی قلبی رضا وتسلیم اور زبانی اقرار اور عملی اطاعت ظاہر کرنا ہیں۔

عقیدہ (۱) ایمان اور اسلام ذاتاً ایک ہی ہیں۔

تشریح: بظاہر ایمان اور اسلام میں یہ فرق معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری تسلیم و اطاعت کو اسلام اور قلبی تصدیق و اذعان کو ایمان کہتے ہیں۔ مگر شریعت کی اصطلاح میں یہ دونوں ذاتاً ایک ہی شے ہیں، یعنی جس شخص کو شرعاً مسلم کہہ سکتے ہیں اس کو مومن بھی کہہ سکتے ہیں اور جس کو مومن نہیں کہہ سکتے اس کو مسلم بھی نہیں کہہ سکتے۔ پس جو شخص جملہ ضروریاتِ دین کی صداقت کا یقین اور اقرار کرتا ہو اس کو مومن بھی کہہ سکتے ہیں اور مسلم بھی۔ اس کے بعد اگر وہ احکام شرعیہ کی عملی اطاعت بھی کرتا ہے تو اس کو مومن اور مسلم کامل کہیں گے، ورنہ مومن و مسلم عاصی۔ (عقد۔ منتہی[1])

عقیدہ (۲) بے علم عوام کا ایمان بھی ایمان کامل ہے۔

تشریح: کسی شخص کو مسلمان تسلیم کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ کلمہ طیّبہ کے مضمون (توحید و رسالت) پر اپنے یقین اور اقرار کا اظہار کرے، خواہ جملہ ضروریات دین سے پورے طور پر واقف نہ ہو۔ مگر اس کے ساتھ یہ شرط ہے جب اس پر احکام شرعیہ یکے بعد دیگرے تفصیل کے ساتھ پیش ہوتے جائیں تو ہر ایک کو برضا و خوشی قبول کرتا رہے اور ان میں کسی حکم کے متعلق شک و تردد کا اظہار نہ کرے۔ (منتہی، علی)

عقیدہ (۳) نفس معرفت، ایمان نہیں ہے بلکہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔

تشریح: محض اللہ و رسول کو جاننے اور معرفت سے کسی کے ایمان کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسی معرفت کفار کو بھی حاصل ہے۔ بلکہ ایمان شرعاً وہ معتبر ہے کہ اللہ و رسول اور ضروریاتِ دین کے متعلق یقین و اذعان کے ساتھ ایسا قلبی ربط و تسکین اور رضا و محبت پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے ظاہراً و باطناً اپنے آپ کو اسلامی برادری کا ایک رکن اور اسی کو اپنی نجات و فلاح کا ذریعہ تصوّر کرنے لگے۔ اور احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کو بدترین جرم اور ان سے انکار کرنے کو موت سے بدتر تصوّر کرنے لگے۔

---

[1] تسہیلات معینی کی ہر کتاب فن کی مروجہ کتابوں کا خلاصہ ہے، یہی حال معین العقائد کا ہے البتہ یہاں سہولت کے لئے اکثر چار کتابوں کا حوالہ دیا ہے، شرح عقائد نسفی، رمز (عقد) شرح ملا علی قاری بر فقہ اکبر رمز (قاری) شرح فقہ اکبر لابی المنتہی۔ رمز (منتہی) شرح قصیدہ امالی لعلی قاری، رمز (علی)

عقیدہ (۴) نفس ایمان میں کمی بیشی نہیں آتی۔

تشریح: ایمان صرف اللہ ورسول اور ضروریات دین پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کا نام ہے۔ انسان کے اعمال کو نفس ایمان میں دخل نہیں۔ اس لئے کسی کے اعمال کی کمی بیشی سے نفس ایمان میں کمی بیشی نہیں آتی۔ اور اس لحاظ سے باعتبار نفس ایمان کے سب مسلمان برابر ہیں۔ البتہ کیفیت قوت وضعف، یا مراتب اطمینان وکمال یا تفصیل واجمال کے اعتبار سے ایمان میں تفاوت یا کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ اب انبیاء کرام اور اولیاء عظام اور عام مسلمانوں کے ایمانوں میں جو فرق محسوس ہوتا ہے وہ یہی قوۃ وضعف یا مراتب کمال واطمینان کا فرق ہے۔ (عقد)

عقیدہ (۵) ہم اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام صفات پر ایمان رکھتے ہیں۔

تشریح: اس عالم ہستی پر صرف وہی ایک ذاتِ الٰہی بندگی کے لائق ہے جس نے محض عدم سے یہ سارا جہاں پیدا کیا ہے۔ وہی سب کو رزق دیتا ہے اور وہی سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات کے ساتھ قدیم اور جملہ صفاتِ کمالیہ کا جامع اور تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے۔ اپنی ذات وصفات میں نہ کسی دوسرے سے مشابہ ہے نہ کوئی دوسرا اس کے مشابہ ہے۔ دنیا کی ہر شے اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ وہ اپنے بندوں کی اطاعت سے راضی اور نافرمانی سے ناراض ہوتا ہے۔ وہ قیامت کے روز اپنے فرماں بردار بندوں کو انعام واکرام سے نوازے گا اور نافرمانوں کو عذاب وسزا دے گا۔ (قاری، منتہی)

عقیدہ (۶) مخلوق کے تفاوت حالات سے علم الٰہی میں تفاوت نہیں آتا۔

تشریح: انسان اور تمام مخلوق کو اپنی اپنی زندگیوں میں مختلف حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم ومشیّت سے ہی ہوتا ہے۔ مگر ان حالات کے تغیر وتبدل سے اللہ کے علم میں کسی قسم کا تغیر وتبدل واقع نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس نے روز ازل میں ساری مخلوق کو ان کے جملہ حالات وتغیرات کے ساتھ جانا ہے۔ اس لئے مخلوق کے تغیر حال سے علم الٰہی میں کسی قسم کا تغیر و تبدل واقع نہیں ہوتا۔ (قاری، منتہی)

عقیدہ (۷) ہم عہد میثاق پر ایمان رکھتے ہیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کو ہمارے اس وجود سے بہت پہلے ایک خاص شکل میں موجود کیا تھا۔ اور عقل اور گویائی عطا کر کے اپنی معبودیت اور ربوبیت کا اقرار ہم سے لیا تھا۔ اس عہد واقرار کو عہد میثاق اور اُس وقت کو یوم میثاق کہتے ہیں۔ اور ہر انسان اس عہد و پیمان کی پابندی کا مکلّف اور مسئول ہے۔ اگرچہ اس عہد و پیمان کو انسان کا بھول جانا کوئی معقول عذر نہیں، لیکن پھر بھی وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعہ سے انسانوں کو وہ عہد یاد دلایا ہے۔ اس لئے اس عہد سے لاعلمی کا عذر اب نہ دنیا میں قبول ہوگا نہ آخرت میں۔ (قاری، منتہی)

عقیدہ (۸) شرعاً انسان کی دینی حالت کی کیفیت بدلتی رہتی ہے۔

تشریح: انسان دنیا میں قدم رکھتے ہی بلحاظ عہد میثاق دینِ فطرت (اسلام) کا تابع تصوّر کیا جاتا ہے۔ پیدائش کے اس ابتدائی لمحہ کے بعد بلوغ تک (اگر عقل وتمیز سے وہ خود کسی دین کو اختیار نہ کرے) تو باعتبار معاملات دنیوی دین والدین کا تابع تصوّر کیا جاتا ہے۔ عقل و بلوغ کے بعد وہ خود بالذات احکام الٰہیہ کا مخاطب و مکلّف ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے دین و دنیا دونوں میں اس کے ذاتی کفر یا ایمان کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (قاری، منتہی)

عقیدہ (۹) ایک مرتبہ ایمان لانے کے بعد مومن ہر وقت مومن رہتا ہے۔

تشریح: انسان جب ایک مرتبہ ایمان لاتا ہے تو پھر جب تک اس کے فعل یا عقیدے سے ایمان کے منافی کوئی امر ظاہر نہ ہو اُس وقت تک سوتے جاگتے، غفلت، ہشیاری، ہر حالت میں اُس کے ساتھ وجودِ ایمان کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ (قاری، منتہی)

عقیدہ (۱۰) دنیا میں ہر چیز اور ہر کام تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔

تشریح: اس دنیا کی پیدائش سے لے کر اس کے فنا ہونے تک ہر شے جن حالات و کیفیات سے گزرتی ہے اور پھر جن حالات و کیفیات سے فنا ہوتی ہے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور تقدیر کے مطابق وقوع میں آتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان جملہ اشیاء کو ان حالات و کیفیات کے ساتھ روز ازل ہی میں جان کر ان سب حالات وتغیرات کو لوح محفوظ میں لکھا ہے جن کے ساتھ ان اشیاء کا وجود و بقاء اور فناء عمل میں آتا رہتا ہے۔ اسی ازلی تقریر و تعیین کو تقدیر کہتے ہیں۔ اس

تقدیر پر ہمارا ایمان ہے۔ (قاری، منتہی)

عقیدہ (۱۱) تقدیر میں جبری نہیں بلکہ اختیاری افعال لکھے گئے ہیں۔

تشریح: تقدیر میں یہ تحریر نہیں ہے کہ مثلاً زید کو مومن اور بکر کو کافر پیدا ہونا چاہیئے۔ بلکہ یہ لکھا گیا ہے کہ زید پیدا ہونے کے بعد اپنے اختیار و خوشی سے ایمان و نیکی کی راہ پر چلنے لگے گا اور بکر برضا و خوشی کفر کی راہ پر۔ یعنی ان میں سے ہر ایک کفر و ایمان کے قابل محض ایک خود مختار انسان پیدا ہوگا مگر پیدا ہونے کے بعد زید اپنے اختیار کو ایمان و نیکی قبول کرنے میں استعمال کرے گا اور بکر اپنے اختیار کو کفر و بدی کے قبول کرنے میں۔ اسی وجہ سے وہ جزا و سزا کے مستحق ہوں گے۔ (قاری، منتہی)

عقیدہ (۱۲) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اطاعت سے راضی اور نافرمانی سے ناراض ہوتا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نیکی و بدی دونوں کی طاقت و قدرت دی ہے۔ مگر باوجود اس کے اس نے انبیاء کرام کے ذریعہ سے ایسے احکام بھیجے ہیں کہ جن میں اپنے بندوں کو آگاہ کیا ہے کہ میں تمہاری فرماں برداری سے خوش ہوتا ہوں اور نافرمانی سے ناراض۔ (قاری، منتہی)

عقیدہ (۱۳) انسانی افعال کا خالق اللہ ہے اور بندہ محض کاسِب ہے۔

تشریح: انسان کو اگرچہ بظاہر اپنے تمام افعال کو وقوع میں لانے کی قدرت و اختیار حاصل ہے مگر باوجود اس کے وہ ایک ذرے کو بھی موجود نہیں کرسکتا۔ اس کے سارے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندہ محض ایک کاسب ہے۔ اور اسی کسب پر اُس کی تکلیف اور جزا و سزا کا دارومدار ہے۔

اب سوال یہ کہ اس خلق الٰہی اور کسب بندہ میں ہم کس طرح تمیز کرسکتے ہیں؟ تو اس کے لئے پہلے یہ غور کرو کہ جب ہم کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں تو پہلے اپنی عقل و فکر سے اس کے حصول کے سارے اسباب و ذرائع تلاش کرتے ہیں۔ پھر ان اسباب و ذرائع کے ذریعہ سے اس کام کو وقوع میں لانے کے لئے اپنی پوری عقل و طاقت صرف کرتے ہیں جس کے بعد اکثر وہ کام موجود ہو جاتا ہے۔ اور کبھی انتہائی سعی و کوشش پر بھی وہ کام وقوع میں نہیں آتا۔ پس یہی حصول افعال کے اسباب کو فراہم کرنا اور پھر ان کے ذریعہ سے فعل کو وقوع میں لانے پر اپنی پوری عقل اور طاقت صرف کرنا کسب ہے جس کو انسان کرسکتا ہے۔ اور اس کسب کے بعد اس فعل کا موجود ہونا

خلق ہے جو محض اللہ کی مشیّت و ارادے کا تابع ہے۔ انسان اس سے عاجز ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایک تو کام کرنا ہے جس کو کسب کہتے ہیں اور ایک کام کا ہونا ہے جس کو خلق کہتے ہیں۔ پس انسان کام تو کر سکتا ہے مگر نتیجہ کو پیدا نہیں کر سکتا۔ (منتہی)

عقیدہ (۱۴) شرعاً ایمان مقلد (بلا علم دلائل) بھی معتبر ایمان ہے۔

تشریح: تمام ضروریات دین پر بغیر علم دلائل ایمان لانے کو ایمان مقلد کہتے ہیں۔ جیسے آج کل مسلم عوام کے ایمانوں کا حال ہے۔ اس کا بعض اشاعرہ اور عام معتزلہ اعتبار نہیں کرتے۔ مگر جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ ایمان بھی معتبر ہے۔ البتہ اس کے ساتھ علم دلائل کو واجب کہتے ہیں، یعنی اگر بلا کسی عذر شرعی کے تمام ضروریات دین کو دلائل کے ساتھ سیکھنے میں تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ (قاری، علی)

عقیدہ (۱۵) ہم بلا کسی شک و تردد کے اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں۔

تشریح: ضروریات دین پر سچے دل سے یقین اور زبان سے اقرار کرنے کے بعد بلا شک و تردد کہنا چاہئے کہ میں مومن ہوں۔ یہ نہیں کہنا چاہئے کہ انشاء اللہ میں مومن ہوں۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۱۶) انسان کا دین و ایمان وہی معتبر ہے جس پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔

تشریح: انسان کے اعمال، ایمان، نیکی، بدی وغیرہ کا دار و مدار خاتمہ پر ہے۔ پس جس شخص کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے وہ خدا کے نزدیک ہمیشہ مومن اور نیک ہے۔ اور جس کا خاتمہ کفر اور بدی پر ہوتا ہے وہ اللہ کے نزدیک ہمیشہ کافر اور مردود گنا جاتا ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۱۷) ہر عقلمند پر اپنے رب و خالق کی معرفت بہرحال واجب ہے۔

تشریح: اگر بچپن سے کسی کی پرورش ایسی جگہ ہوئی کہ وہاں تک احکامِ الٰہیہ کا علم نہ پہنچا ہو اور وہ باہوش و عقل وہاں بالغ ہو کر اسی ناواقفیت میں مر گیا ہو تو خدا کے ہاں احکام شرعیہ سے ناواقفیت کے متعلق تو اسے معذور سمجھا جائے گا لیکن جہاں تک نفس معرفت الٰہی کا تعلق ہے اس کے بارے میں ضرور سوال ہوگا۔ اور اپنے رب و خالق کے متعلق اس ناواقفیت کا عذر قبول نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ کائناتِ ہستی کے خالق کو وہ عقل کی روشنی سے بھی معلوم کر سکتا تھا اور اسی سے غفلت کرنے

کی وجہ سے اُسے مجرم قرار دیا جائے گا۔ (قاری، علی)

عقیدہ (۱۸) موت کے وقت نہ ایمان معتبر ہے نہ توبہ۔

تشریح: انسان اپنی زندگی میں جب چاہے ایمان لا سکتا اور گناہوں سے توبہ کر سکتا ہے۔ مگر جب آفتاب مغرب کی جانب سے نکل آئے گا، یا پورے طور سے موت کے آثار و علامات ظاہر ہو جائیں تو پھر ایمان قبول ہوگا نہ توبہ۔ (قاری، علی)

انبیاء کرام کے متعلق عقائد کا بیان

عقیدہ (۱۹) انبیاء کرام کے بھیجنے میں اللہ کی بڑی حکمت اور رحمت ہے۔

تشریح: انسان کی زندگی اور عاقبت کے متعلق صحیح، غلط، مفید اور مضر بہت سے ایسے امور ہیں جن کے دریافت کرنے سے انسانی عقلیں قاصر ہیں۔ عقائد و خیالات، اقوال و اعمال کے بے شمار طریقوں میں سے کونسا طریقہ منشاء الٰہی کے مطابق اور کونسا مخالف ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے کونسے عقائد و اعمال سے راضی ہوتا ہے اور کِن کِن سے ناراض ہوتا ہے، انسانی زندگی کے بے شمار شعبوں میں سے ہم کو کونسا شعبہ اور کس طرح اختیار کرنا چاہیئے، اور کس کو کس طرح ترک کرنا چاہیئے، غرض انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک ہر ہر قدم پر اس کو ہدایات الٰہیہ کی ضرورت ہے۔ چونکہ ان ہدایات کی دریافت سے خود انسانی عقلیں قاصر ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انسانی زندگی کے ہر ایک شعبے کے متعلق جملہ احکام و ہدایات انبیاء کرام کے ذریعہ پہنچائے۔ تاکہ زبانی تعلیم کے ساتھ انسانی زندگی کے ہر ایک شعبے میں وہ ہمارے ساتھ رہ کر عملی طور سے بھی ہم کو تعلیم دیں۔ اور اس لحاظ سے انسانوں کے لئے اللہ کی جانب سے انبیاء کرام کی ذات ایک بڑی رحمت و نعمت تھی۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۲۰) انسانی ہدایات کے لئے دنیا میں بہت سے انبیاء کرام آئے ہیں۔

تشریح: حضرت آدمؑ سے لے کر ہمارے نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ تک دنیا میں بہت سے انبیاء کرام آئے جن کی تعداد ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک روایت میں اس سے

بھی زیادہ آئی ہے۔ ان میں سے وہ خاص حضرات کہ جو خدا کی جانب سے نیا دین اور نئی کتاب بھی ساتھ لائے ہیں وہ رسول کہلاتے ہیں، جن کی تعداد ایک روایت میں تین سو تیرہ آئی ہے۔ مگر انبیاء کرام اور رسولوں کے متعلق صحیح عقیدہ یہ ہے کہ ان کی کوئی خاص تعداد دل میں مقرر نہ کی جائے، بلکہ یہ مجمل عقیدہ رکھا جائے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بہت انبیاء و رُسُل آئے ہیں جو سب کے سب سچے اور گناہوں سے پاک تھے اور سب اپنا اپنا فریضہ تبلیغ ادا کر کے چلے گئے ہیں۔ (عقد، علی)

عقیدہ (۲۱) انبیاء کرام میں محمد رسول اللہ ﷺ سب سے افضل اور آخری نبی تھے۔

تشریح: انبیاء کرام میں سب سے افضل اور آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ جن کا دین مکمل ترین دین ہے اور جن کی کتاب (قرآن) مکمل ترین کتاب ہے اور جن کی امت بہترین امت ہے۔ اسی وجہ سے آپ کا دین قیامت تک باقی رہے گا اور آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ (عقد، علی)

عقیدہ (۲۲) انبیاء کرام ہر قسم کے گناہوں سے پاک اور معصوم تھے۔

تشریح: انبیاء کرام اول سے آخر تک ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک اور معصوم اور ہر قسم کے اخلاقی عیب سے محفوظ رہے ہیں۔ اور وہ جملہ اوصاف حمیدہ کے جامع تھے۔ (قاری، منتہی)

عقیدہ (۲۳) انبیاء کرام نے اپنی صداقت کی تائید میں بہت سے معجزات دکھائے ہیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی صداقت کے لئے ان کے ہاتھوں سے ایسے حیرت انگیز اور خلافِ عادت امور ظاہر کئے ہیں جن سے عام طور پر انسانی طاقتیں قاصر ہیں۔ مثلاً پتھر سے اونٹنی کا پیدا ہونا، ایک پتھر سے ضرب عصا کے ذریعہ بارہ چشموں کا جاری ہونا، دریا کی روانی بند ہو کر اس میں آناً فاناً خشک راستے نمودار ہونا، مردے کو زندہ کر کے اُس سے بات چیت کرنا، حیوانات، اشجار، احجار سے ہم کلام ہونا وغیرہ وغیرہ۔ ان حیرت انگیز امور کے ظاہر کرنے کو معجزہ کہتے ہیں جو انبیاء کرام ہی کے ساتھ خاص ہیں۔ انبیاء کے ذاتی اخلاق حسنہ اور اوصاف حمیدہ اور بے مثل پاکیزہ زندگی کے ساتھ ان معجزات کو ملا کر جب ایک عقلمند انسان غور کرتا ہے تو کسی شک و تردد کے بغیر وہ یقین کرنے لگتا ہے کہ یہ انبیاء کرام حقیقۃً اپنے دعوائے نبوت میں سچے تھے۔ کیونکہ آسمانی تائید اور

روحانی طاقت کے بغیر اتنے اوصافِ کمالیہ کا ایک معمولی شخص میں جمع ہونا محال ہے۔ (عقد، علی)

عقیدہ (۲۴) انبیاء کرام کے علاوہ کسی سے معجزہ ظاہر نہیں ہوسکتا۔

تشریح: چونکہ معجزہ ایک حقیقت ہوتی ہے جو اظہار صداقتِ انبیاء کے لئے تائید الٰہی سے وقوع میں آتی ہے اس لئے انبیاء کرام کے سوا اور کسی سے معجزہ ظاہر ہو ہی نہیں سکتا۔ اس قسم کا حیرت انگیز واقعہ اگر کسی مسلمان بزرگ سے ظہور میں آئے تو اس کو کرامت کہتے ہیں اور اگر مسلمان کے علاوہ کسی دوسرے انسان سے ظاہر ہو تو اس کو استدراج، نظر بندی یا سحر کور جادو وغیرہ کہتے ہیں۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۲۵) ہم آنحضرت ﷺ کی معراجِ جسمانی بحالت بیداری کو حق مانتے ہیں۔

تشریح: آنحضرت ﷺ کا ایک ہی رات بحالت بیداری مکہ معظّمہ سے بیت المقدس تشریف لے جانا قرآن شریف سے ثابت ہے، جس کا انکار کفر ہے۔ اور بیت المقدس سے ساتوں آسمانوں کے اوپر جانا اور عجائبات قدرت الٰہی کی سیر کر کے اسی رات واپس مکہ معظّمہ آنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ جس کا منکر کافر تو نہیں ہے مگر مبتدع، گمراہ اور زندیق ضرور ہے۔ آنحضرت ﷺ کی اسی آسمانی سَیر کو معراج کہتے ہیں۔ اور اسی معراج کی رات امّت محمدیہ پر روزانہ پنجگانہ نمازیں فرض کی گئیں۔ (عقد، قاری، علی)

عقیدہ (۲۶) حضرت خضر، حضرت لقمان اور اسکندر ذوالقرنین کی نبوت یقینی نہیں۔

تشریح: حضرت خضر، حضرت لقمان اور اسکندر ذوالقرنین کی نبوت کسی یقینی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ یہ حضرات صالحین اور اللہ کے نیک بندے ضرور تھے۔ شارح مقاصد نے بعض علماء کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انبیاء کرام میں سے چار اب تک زندہ ہیں۔ دو یعنی خضرؑ اور الیاسؑ زمین پر اور دو یعنی عیسیٰؑ و ادریسؑ آسمان پر۔ اس قول میں خضرؑ کو اگرچہ انبیاء میں شمار کیا گیا ہے مگر کسی معقول دلیل کا حوالہ اس کے ساتھ نہیں ہے۔ (علی، قاری)

ملائکہ کے متعلق عقائد کا بیان

عقیدہ (۲۷) فرشتے اللہ تعالیٰ کے ایک نورانی معصوم فرماں بردار بندے ہیں۔

تشریح: فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک نورانی مخلوق ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ فرشتے نہ نر ہیں نہ مادہ۔ نہ ان کو انسانوں کی طرح کھانے پینے وغیرہ لذائذ کی خواہش ہوتی ہے نہ بول و براز، نینداور سستی کے عوارض پیش آتے ہیں۔ آسمانوں، زمین اوران کے درمیان یہ معصوم مخلوق اس قدر بکثرت موجود ہے کہ جس کی تعداد سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ یہ سب فرشتے ہر قسم کی خواہشات اور گناہوں سے پاک ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی میں بلا کسی قسم کی خیانت اور سستی کے مصروف ہیں۔ (عقد)

عقیدہ (۲۸) عام انسان عام فرشتوں سے بہتر ہیں۔

تشریح: خاص انسان (پیغمبر) خاص فرشتوں (پیغمبر) سے بہتر ہیں اور عام انسان (غیر پیغمبر) عام فرشتوں (غیر پیغمبر) سے بہتر ہیں۔ اور خاص فرشتے (پیغمبر) عام انسانوں (غیر انبیاء) سے بہتر ہیں۔ (ان کے دلائل بڑی کتابوں میں آجائیں گے) (عقد)

اہل سُنّت والجماعت کے مخصوص عقائد

عقیدہ (۲۹) محض گناہ کرنے سے مسلمان کافر نہیں ہوجاتا۔

تشریح: ہم اہل سنت والجماعت کسی مسلمان کو گناہ اور معاصی سے کافر نہیں کہتے، جب تک یقین کے ساتھ یہ معلوم نہ ہوجائے کہ وہ اِن معاصی کو حلال جان کر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم کسی مسلمان کو کفر وشرک کے سوا کسی گناہ پر نہ دائمی عذاب کا مستحق سمجھتے ہیں اور نہ ہر قسم کے عذاب سے محفوظ جانتے ہیں۔ بلکہ بقدر گناہ عذاب وسزا کا مستوجب اور آخر کار جنت کا مستحق جانتے ہیں۔ (عقد، علی، قاری)

عقیدہ (۳۰) ہم اپنی نیکی و بدی کو نہ بے کار جانتے ہیں نہ یقیناً موجب جزا و سزا۔

تشریح: ہم جو نیکیاں یا برائیاں کرتے ہیں ان کو نہ ہم بے کار و بے فائدہ جانتے ہیں اور نہ بالیقین موجب جزا و سزا۔ بلکہ باشرائط حسنات کی ادائیگی پر غیر مقبولیت کے اندیشہ کے باوجود اجر وثواب کی امید رکھتے ہیں اور گناہ و معاصی کے ارتکاب پر امید عفو کے باوجود عذاب کا خوف بھی رکھتے ہیں۔ (عقد، منتہی)

عقیدہ (۳۱) ہم عذاب سے بے خوف اور مغفرت سے نا امید بھی نہیں۔

تشریح: ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے نا امید بھی نہیں ہوتے اور اس کے عذاب سے بے خوف بھی نہیں ہوتے۔ گویا ہماری ساری زندگی خوف و رجا اور امید و بیم میں گزرتی ہے۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۳۲) ریا سے عمل کا اجر باطل ہو جاتا ہے۔

تشریح: ریا، عجب، تکبر سے عملِ صالح کا اجر باطل ہو جاتا ہے۔ (منتہی)

عقیدہ (۳۳) ہر شخص کی موت کا ایک وقت مقرر ہے۔

تشریح: ہر شخص کی موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس لئے مقتول بھی اپنے مقرر وقت پر ہی مرتا ہے۔ مگر قاتل کو چونکہ نہ اس کے وقتِ مقرر کا علم تھا نہ اس کے قتل کی اس کو شرعاً اجازت تھی اس لئے ایک ممنوع شرعی کے ارتکاب پر وہ دونوں جہان میں سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۳۴) ہر انسان اپنا رزق کھاتا ہے۔

تشریح: کوئی انسان اپنا رزق چھوڑ نہیں سکتا اور غیر کا رزق کھا نہیں سکتا۔ (عقد)

عقیدہ (۳۵) حرام بھی رزق ہے۔

تشریح: انسان اپنی ضروریات زندگی جن چیزوں سے پوری کرتا ہے وہ خواہ حلال ہوں یا حرام ان کو رزق ہی کہیں گے۔ کیونکہ جو مدت العمر حرام خوری پر زندگی بسر کر چکا ہو اس نے بھی اللہ کے رزق ہی پر زندگی بسر کی ہے۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۳۶) سحر، جادو اور نظر بد سے بھی ضرر پہنچتا ہے۔

تشریح: جس طرح اللہ تعالیٰ نے زہریلی دوائیوں میں ضرر کا اثر رکھا ہے اسی طرح سحر، جادو اور نظرِ بد میں بھی ضرر کا اثر رکھا ہے۔ اس لئے ان سے بھی انسان کو ضرر پہنچ سکتا ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۳۷) قضاء معلق میں دوا اور دُعا سے تبدیلی ہو سکتی ہے۔

تشریح: تقدیر و قضا مبرم میں کسی طرح تغیر و تبدیل ممکن نہیں۔ مگر قضاء معلق میں تغیر و تبدیل ہو سکتی ہے۔ اس واسطے ہم دواؤں اور دعاؤں میں تاثیر مانتے ہوئے مشکلات میں دعا بھی مانگتے ہیں اور دوا بھی کرتے ہیں۔ (علی)

عقیدہ (۳۸) ہم کافر کی دعا میں بھی اثر مانتے ہیں۔

تشریح: اخروی نجات کے سوا دُنیوی فوائد کے لئے ہم کافر کی دعا میں بھی اثر مانتے ہیں۔

عقیدہ (۳۹) ہم اللہ تعالیٰ کے دیدار کو بھی مانتے ہیں۔

تشریح: ہم یقین رکھتے ہیں کہ قیامت میں مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ اور دنیا میں بحالت بیداری اگرچہ خاص انبیاء کرام کے لئے دیدار الٰہی ممکن مانتے ہیں مگر دیدار کے واقع میں ہو جانے کو یقینی نہیں مانتے۔ معراج والی رات میں نبی کریم ﷺ کے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے متعلق صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نور قلب سے دیکھا چشم سر سے نہیں۔ (عقد)

عقیدہ (۴۰) بحالت خواب بہت سے بزرگان دین کو بھی دیدار الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

تشریح: بحالت خواب بہت سے بزرگان دین کو دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہوا ہے۔ مثلاً ہمارے امام اعظمؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کو خواب میں کئی بار دیدار الٰہی نصیب ہوا ہے۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۴۱) مردوں کی ارواح کو ہمارے ایصال ثواب سے نفع پہنچتا ہے۔

تشریح: جب خالص لوجہ اللہ ہم قرآن شریف پڑھیں یا نماز پڑھیں یا روزے رکھیں یا دوسری کوئی مالی یا بدنی عبادت کریں اور اس کا ثواب مردوں کی ارواح کو بخشیں تو اس سے یقیناً مردوں کی ارواح کو نفع پہنچتا ہے جس سے وہ خوش ہوتے ہیں۔ اس بارے میں اس قدر دلائل شرعیہ موجود ہیں جن کی موجودگی میں معتزلہ وغیرہ کا اس میں اختلاف کرنا قابل التفات بھی نہیں۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۴۲) ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔

تشریح: ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو اس کی غلطیوں کی وجہ سے کافر نہیں کہتے۔ جب تک ارکان دین میں سے کسی امر کا وہ انکار نہ کر دے۔

(ف) اہل قبلہ ان کو کہتے ہیں جو دین اسلام کے جملہ ضروریات کی حقانیت کو تسلیم کرتے ہوں۔ (قاری)

عقیدہ (۴۳) ہم مسلمانوں کے لئے ایک امام کی موجودگی کو ضروری مانتے ہیں۔

تشریح: مسلمانوں کی دینی و دنیاوی امور کی نگرانی اور حدود الٰہی کے قیام کے لئے ایک طاقتور

باشوکت مسلمان امام (پادشاہ اسلام) کی موجودگی کو ہم واجب مانتے ہیں۔ (عقد)

عقیدہ (۴۴) ہم امام کے لئے معصوم ہونا شرط نہیں مانتے۔

تشریح: امام (پادشاہ اسلام) کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ اپنے زمانے میں سب سے افضل ہو یا گناہوں سے معصوم ہو۔ بلکہ غرض امامت کی ادائیگی کے لئے جس امر کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ امام عاقل بالغ مسلمان ہونے کے ساتھ اس قدر طاقت وشوکت رکھتا ہو کہ اسے رعایا میں عدل وانصاف اور حدود الٰہی کے قیام پر کامل قدرت حاصل ہو۔ (عقد)

عقیدہ (۴۵) کرامت اولیاء حق ہے۔

تشریح: انبیاء کرام کے سوا اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے ہاتھوں سے بھی بعض اوقات اللہ تعالیٰ غیر عادی محیّر العقول امور صادر کر دیتا ہے، جن کو کرامت کہتے ہیں۔ اس کرامت کے ثبوت پر اس قدر صحیح دلائل موجود ہیں کہ جن کی موجودگی میں معتزلہ وغیرہ کا کرامت سے انکار کرنا محض ضد اور ایک لغو امر ہے۔ (علی، منتہی)

عقیدہ (۴۶) ولی کی بڑی نشانی شریعت کی پابندی ہے۔

تشریح: ولی وہ پرہیز گار متقی انسان ہے جو خدا کی ذات وصفات سے کامل واقفیت رکھتا ہو، اپنے زمانے کے نبی کا امتی اور اس کی شریعت کا سختی سے پابند ہو، ضروریات شرعیہ کے سوا دنیاوی لذائذ اور خواہشاتِ نفسانی سے پرہیز کرنے والا ہو، ضرورت سے زائد دنیا سے منہ موڑنے والا، آخرت کے کاموں میں مشغول رہنے والا اور رضائے الٰہی کے لئے احکام شرعیہ پر سختی کے ساتھ عمل کرنے والا ہو۔ (عقد، قاری، علی)

عقیدہ (۴۷) ولی نبوت کے درجے تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

تشریح: خدا کا ولی کتنا ہی بزرگ ہو مگر نبی کے درجے تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۴۸) شریعت کی پابندی ہر عاقل بالغ پر لازم ہے۔

تشریح: عقل وبلوغ کے بعد موت تک ہر انسان شریعت کی پابندی پر مامور ہے۔ یعنی کسی شرعی عذر کے بغیر نہ کوئی نبی تکلیفاتِ شرعیہ سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے نہ کوئی ولی۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۴۹) انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل خلفاء اربعہ ہیں۔

تشریح: انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ؓ، پھر حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ ہیں۔ اسی ترتیب سے ہم ان کی خلافت کو بھی برحق مانتے ہیں اور اسی ترتیب سے ان کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ (عقد، قاری، علی)

عقیدہ (۵۰) سارے صحابہ کرام باقی امت سے افضل ہیں۔

تشریح: جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو بحالت اسلام دیکھا ہے اور اسلام پر ہی وفات پائی ہے ان کو اصحاب یا صحابہ کہتے ہیں۔ ان اصحاب کو آنحضرت ﷺ کے دیدار و صحبت کی وجہ سے اتنی بزرگی حاصل ہوئی ہے کہ باقی امت کا کوئی ولی بھی ان کی برابری نہیں کرسکتا۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۵۱) ہم آنحضرت ﷺ کے سارے صحابہؓ کا احترام اور ان کی عزت کرتے ہیں۔

تشریح: ہم آنحضرت ﷺ کے سارے صحابہؓ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور ان میں سے کسی کی برائی، عیب جوئی یا دیگر کسی قسم کی بے عزتی کرنے کو سخت گناہ سمجھتے ہیں۔ (عقد، منتہی)

عقیدہ (۵۲) ہم احناف ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہؒ کو افضل مانتے ہیں۔

تشریح: آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اور پھر درجہ بدرجہ وہ جو میرے زمانے کے قریب ہوگا۔ اسی وجہ سے اس امت میں سب سے افضل صحابہؓ پھر تابعین پھر تبع تابعین ہیں۔ اس لحاظ سے ائمہ اربعہ میں سب سے افضل امام ابوحنیفہؒ ہیں، پھر امام مالکؒ، پھر امام شافعیؒ اور پھر امام احمد بن حنبلؒ۔ کیونکہ زمانہ نبوی کے اعتبار سے ان حضرات کے زمانے اسی ترتیب سے واقع ہیں۔ (قاری)

عقیدہ (۵۳) ہم یزید پر لعنت کو جائز نہیں مانتے۔

تشریح: کسی شخص کے متعلق جب تک اس بات کا یقینی ثبوت نہ ہو کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے اس وقت تک ہم اس پر لعنت بھیجنا جائز قرار نہیں دیتے۔ اسی وجہ سے ہم یزید پر بھی لعنت بھیجنا جائز نہیں سمجھتے۔ (علی)

عقیدہ (۵۴) ہم فضیلت شیخین، محبت ختنین اور مسح علی الخفین کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

تشریح: علماء سلف نے اہل سنت والجماعت کے لئے فضیلت شیخین، محبت ختنین اور مسح علی الخفین کے عقیدے کو ایک ممتاز نشانی قرار دیا ہے۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کو افضل جاننا اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے محبت کرنا اور موزوں پر مسح جائز ماننا۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ علماء نے یہ تین نشانیاں صرف روافض کے مقابلہ میں مقرر فرمائی ہیں۔ ورنہ ۷۲ گمراہ فرقوں کے ساتھ اہل سنت والجماعت کا بہت سے دیگر امور میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ (قاری نووی بر مسلم)

عقیدہ (۵۵) بلا دلیل شرعی ہم کسی خاص آدمی کو نہ جنتی کہہ سکتے ہیں نہ دوزخی۔

تشریح: عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سب مومن جنتی ہیں اور سب کافر دوزخی۔ مگر کسی متعین آدمی کے متعلق ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یقیناً یہ شخص جنتی یا دوزخی ہے۔ ہاں جن کے جنتی ہونے پر دلیل شرعی موجود ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان ذی النورینؓ حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن وقاصؓ، حضرت سعید بن زیدؓ اور حضرت ابو عبیدہ ابن جرّاح ؓ۔ جن کو عشرۂ مبشرہ کہتے ہیں۔ یا حضرت فاطمہؓ بنت الرسول، حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ وغیرہ جن کے جنتی ہونے کے بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں۔ ان حضرات کو جنتی کہہ سکتے ہیں۔ (عقد)

عقیدہ (۵۶) انسان ملکی وحیوانی صفات کا جامع ہے۔

تشریح: ملائکہ میں صرف صفتِ عقل ہے اور حیوانات میں صرف خواہش وشہوت، مگر انسان میں عقل بھی ہے اور خواہش بھی۔ پس جو شخص عقل کو خواہش پر غالب رکھتا ہے وہ فرشتہ خصلت ہے اور جو شخص عقل پر شہوت کو غالب کر دیتا ہے وہ حیوان صفت شمار کیا جاتا ہے۔ (علی)

آخرت کے متعلق عقائد کا بیان

عقیدہ (۵۷) آنحضرت ﷺ نے قیامت کی جو نشانیاں بتلائی ہیں وہ یقیناً ظاہر ہوں گی۔

تشریح: دنیا میں جب فتنہ اور گناہ و بے حیائی انتہا کو پہنچ جائے گی اور روئے زمین پر کفار کا تسلط

وغلبہ ہو جائے گا تو قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہونے لگیں گی۔ مثلاً حرمین شریفین میں مہدیؑ کا ظاہر ہونا۔ تمام مسلمانوں کا ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوکر کفار سے جہاد کرنا۔ آخرکار مسلمانوں کو فتح نصیب ہونا۔ پھر دجّال کا ظاہر ہونا اور دنیا میں ایک عظیم فتنہ برپا کرنا۔ پھر اس کے قتل کے لئے آسمان سے عیسیٰؑ کا اُترنا اور دجّال کو قتل کرنا۔ پھر یاجوج ماجوج کا دنیا میں نکل کر فساد برپا کرنا۔ مغرب کی جانب سے سورج کا نکلنا۔ دابّۃ الارض کا ظاہر ہونا اور سب سے آخر میں اسرافیلؑ کا صور پھونکنا اور اس سے تمام جانداروں کا مرجانا۔ زمین، آسمان اور دنیا کا موجودہ کل نظام درہم برہم ہوجانا۔

غرض یہ ہے کہ قرآن اور احادیث صحیحہ میں قیامت کی جو جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ سب یقینی طور اور بالضرور آنے والی ہیں۔ (عقد، قاری، علی)

عقیدہ (۵۸) قبر میں میت سے سوال وجواب کا ہونا پھر اس کا عذاب یا راحت پانا یقینی ہے۔

تشریح: مُردے کو دفنانے کے بعد قبر میں اس کی روح واپس آجاتی ہے اور دو فرشتے (منکر نکیر) اس کے پاس آکر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ مومن تو صحیح جواب دے کر آرام وراحت سے رہتا ہے مگر خدا کا نافرمان بندہ ان سوالات کا جواب نہیں دے سکتا، جس پر اس کو قبر میں سخت عذاب دیا جاتا ہے۔ (عقد)

عقیدہ (۵۹) قبر میں میت کو روحانی وجسمانی دونوں قسم کا عذاب ہوتا ہے۔

تشریح: قبر میں بھی روح اور جسم کا تعلق باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے میت کو روحانی اور جسمانی ہردو قسم کا عذاب پہنچتا ہے۔ (عقد)

عقیدہ (۶۰) جسم سے روح کا تعلق ہر حالت میں موجود رہتا ہے۔

تشریح: جسم کے ساتھ روح کو ایک دائمی تعلق قائم ہے۔ مگر یہ تعلق قیامت میں قوی ترین تعلق اور قبر میں ضعیف ترین اور دنیا میں متوسط ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے دنیا میں رنج وراحت جسم کو بالذات اور روح کو بالتبع لاحق ہوتے ہیں اور قبر میں روح کو بالذات اور جسم کو بالتبع۔ اور آخرت میں دونوں کو برابر لاحق ہوں گے۔ (قاری)

عقیدہ (۶۱) عالمِ برزخ (قبر) میں ارواح مختلف مقامات پر رہتی ہیں۔

تشریح: مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے ارواح کے لئے حسب مراتب مختلف مقامات مقرر ہیں۔ مثلاً انبیاء کرام اور شہداء عظام کی ارواح تو جنت میں رہتی ہیں اور ارواح صالحین علیّین (بالائے آسمان ہفتم) میں ارواح کفار سجّین (زیرزمین ہفتم) میں اور دیگر عام مسلمانوں کی ارواح فرق مراتب کے مطابق اپنی قبروں اور جنت کے دروازے کے درمیان مختلف مقامات پر سکونت اور رفت آمد رکھتی ہیں۔ (قاری)

عقیدہ (۶۲) ہم قیامت کے دن پر اور اس میں ہونے والے واقعات پر یقین رکھتے ہیں۔

تشریح: جب اسرافیلؑ کے پہلے صور سے انسان اور تمام جاندار مر جائیں گے اور موجودہ نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے گا تو پھر بحکمِ خدا وہ دوسرا صور پھونکیں گے۔ جس سے انسان اور تمام جاندار اپنے اعمال کی جزا وسزا کے لئے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اس دن کو قیامت، یوم آخر اور یوم الدین کہتے ہیں۔ یہ دن بڑا ہولناک اور حسرت وندامت کا دن ہوگا۔ اس دنیا میں جس کسی جاندار نے دوسرے پر جو کچھ ظلم وزیادتی کی ہے وہاں مظلوم اپنے ظالم سے اس کا بدلہ لے گا۔ اس کے بعد تمام جاندار ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائیں گے اور صرف انسان، جنات اور فرشتے جزا وسزا کے لئے ہمیشہ باقی رہیں گے۔ یہ دن اس قدر ہولناک اور مشکلات کا دن ہوگا کہ ہر شخص کو اپنی فکر پڑی ہوگی۔ ماں باپ، میاں بیوی، دوست برادر، کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ بلکہ ہر کسی کا جو کچھ نیک عمل ہوگا وہی اس کے کام آئے گا۔ سب اپنے اپنے پسینے میں غرق ہوں گے۔

آخر کار سب اولین وآخرین آنحضرت ﷺ کی خدمت میں شفاعت کے لئے درخواست پیش کریں گے۔ آنحضرت ﷺ رب العزت کے حضور میں سربسجود ہو کر شفاعت کریں گے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ قبول فرمائے گا۔ اس کے بعد میزان عدل قائم کی جائے گی اور حساب کتاب کے بعد سب کو اعمال نامے دیئے جائیں گے۔ جہنم پر بال سے باریک تلوار سے تیز پُل صراط رکھا جائے گا جس پر سب کو گزرنے کا حکم ہوگا۔ پُل صراط پر سے کفار اور نافرمان بندے گزرنے سے عاجز ہو کر جہنم میں گر پڑیں گے اور اللہ کے فرماں بردار بندے اپنے اپنے اعمال

کے تفاوت کی وجہ سے کوئی تیز کوئی دھیمی چال سے اس پر گزرنے کے بعد جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (٦٣) محض عمل سے کوئی جنت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

تشریح: اپنے عمل سے کوئی جنت کا مستحق نہیں ہوسکتا بلکہ جنتی صرف خدا کی رحمت سے جنت میں داخل کئے جائیں گے اور دوزخی اس کے عدل سے دوزخ میں جائیں گے۔ البتہ جنتیوں اور دوزخیوں کا فرق مراتب ان کے اعمال کی وجہ سے ہوگا۔ (علی)

عقیدہ (٦٤) جنت و دوزخ فی الحال بھی موجود ہیں اور آئندہ بھی موجود رہیں گے۔

تشریح: جنت مع تمام سامان راحت کے اور دوزخ مع جملہ اسباب عذاب کے پہلے سے موجود چلی آرہی ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گی، نہ ان کو فنا ہے نہ ان کے رہنے والوں کو۔ (عقد، علی)

عقیدہ (٦٥) جنت میں داخلہ کے بعد جنتی اپنے مسلم دوزخی بھائیوں کے لئے شفاعت کریں گے۔

تشریح: جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل کئے جائیں گے تو پھر جنتی اپنے دوزخی مسلم بھائیوں کے لئے دوزخ سے نکالنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں گے، جس کو شفاعت کہتے ہیں۔ اس شفاعت میں انبیاء کرام، شہدا، صالحین، علماء حسب مراتب سب حصہ لیں گے۔ اور ان کی شفاعت سے جب گنہگار دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کئے جائیں گے تو پھر اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے ان دوزخیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا کہ جن کے پاس توحید کے سوا کوئی بھی نیک عمل نہ ہوگا۔ اس کے بعد باقی دوزخی ہمیشہ دوزخ میں اور جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ (عقد، قاری، علی)

عقیدہ (٦٦) جنتیوں کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا کرے گا۔

تشریح: جنت میں جنتیوں کو حسب مراتب (زود یا بدیر) اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا کرے گا۔ جو جنت کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہوگی۔ اس دیدار الٰہی کی کیفیت ایسی نہ ہوگی جیسے دنیا میں ہم کسی شے کو کسی خاص مکان میں مخصوص فاصلہ سے دیکھتے ہیں، بلکہ وہ ایک ایسا مخصوص دیدار

ہوگا جس کی تفصیل وادراک سے ابھی ہماری عقلیں قاصر ہیں۔ (عقد)

عقیدہ (٦٧) آنحضرت ﷺ جنت میں اپنی امت کو حوض کوثر کا پانی پلائیں گے۔

تشریح: جنت میں اللہ تعالیٰ ہمارے نبی کریم ﷺ کو منجملہ دیگر انعامات کے حوض کوثر بھی عطا فرمائے گا جس سے وہ اپنی امت کو پانی پلائیں گے، اور یہ بھی جنت کی ایک بڑی نعمت ہوگی۔

ف: آنحضرت ﷺ کی شفاعت اور حوض کوثر کے بارے میں مختلف احادیث وارد ہیں۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شفاعت اور حوض کوثر میدان حشر میں ہوں گے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ پل صراط کے پاس ہوں گے۔ اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں جنت میں ہوں گے۔ مگر ان روایتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ شفاعت اور حوض کوثر مذکورہ بالا تینوں مقامات پر موجود ہوں۔ (قاری)

عقیدہ (٦٨) جنت میں جنتیوں کی اپنی آل واولاد سے ملاقات ہوتی رہے گی۔

تشریح: جنتیوں کی اولاد ورشتہ دار، احباب اگر ان کے درجے کے جنتی ہوں گے تو جنت میں ایک ساتھ رہیں گے اور اگر جدا جدا درجوں کے جنتی ہوں گے تو ان میں گاہ بگاہ ملاقاتی ہوتی رہے گی۔ (بدورِ سافرہ)

عقیدہ (٦٩) خدا کی مخلوق میں صرف انسان، ملائکہ اور جن مکلّف ہیں۔

تشریح: تمام مخلوق میں صرف انسان، جن اور فرشتے ہی خدا کی اطاعت و بندگی پر مکلّف ہیں۔ ان میں فرشتے چونکہ ہر قسم کے گناہوں سے پاک ہیں اس لئے وہ جنت میں جائیں گے جہاں وہ صرف ایک ہی روحانی لذّت حاصل کریں گے۔ اور جنات وانسان اگر نافرمان ہوں تو جہنم میں جسمانی وروحانی دونوں قسم کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ اور اگر مومن وفرماں بردار ہوں تو جنت میں جسمانی وروحانی دونوں قسم کی راحت ولذّت حاصل کرتے رہیں گے۔ البتہ امام اعظمؒ نے جنات کے لئے انعامات جنت سے حصول لذت کے بارے میں سکوت فرمایا ہے۔ (قاری)

عقیدہ (٧٠) ہر مسلم کو اسباب مکفرہ سے واقفیت کی بھی ضرورت ہے۔

تشریح: ہر انسان کو اپنے عقیدے کی درستی کے لئے عقائد اسلامیہ سے جتنی واقفیت کی ضرورت

ہے اس سے زیادہ ضروری اسبابِ مکفرہ سے واقفیت ہے۔ کیونکہ دولت ایمان کا حاصل کرنا اتنا مشکل نہیں جتنا ایک مومن کو کفر سے اپنا ایمان بچانا مشکل ہے۔ وجہ یہ کہ بسا اوقات کسی مخفی طریقہ سے مومن میں کفر داخل ہوکر اس کے سرمایۂ ایمان کو لوٹ لیتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ (قاری[1])

عقیدہ (۷۱) اپنے ایمان میں شک لانا کفر ہے۔

تشریح: اپنے ایمان میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ اس لئے اپنے ایمان کے بارے میں یقین کے ساتھ یہ کہنا چاہئے کہ میں مومن ہوں۔ تردد کے ساتھ یہ نہ کہنا چاہئے کہ انشاء اللہ میں مومن ہوں۔ (قاری)

عقیدہ (۷۲) کسی فریضہ الٰہی کے فرض نہ ہونے کی تمنا کرنا کفر ہے۔

تشریح: نماز، روزہ، زکوٰۃ یا کسی فریضہ الٰہی کو دل سے بُرا جاننا یا اس کے فرض نہ ہونے کی تمنا کرنا، یا کسی عبادت کا استہزاء و مذاق کرنا کفر ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۷۳) کفر کا ارادہ کرنا بھی کفر ہے۔

تشریح: کفر کے سوا باقی گناہوں کے محض ارادے سے کوئی شخص گناہگار نہیں ہوتا، جب تک وہ گناہ کو عمل میں نہ لے آوے۔ مگر کفر ایسی بُری بلا ہے کہ اگر ایک شخص دل میں یہ پختہ ارادہ کرلے کہ آئندہ فلاں وقت میں کفر اختیار کروں گا تو وہ شخص محض اس ارادے ہی سے کافر ہوجائے گا۔ (علی، قاری)

عقیدہ (۷۴) بخوشی کوئی کلمہ کفر زبان سے نکالنا بھی کفر ہے۔

تشریح: اگر کوئی شخص بسلامتی ہوش و حواس رضامندی کے ساتھ کوئی کلمۂ کفر منہ سے نکالے تو اس سے بھی وہ کافر ہوجائے گا خواہ اس کلمہ سے اس کا ارادہ ارتکاب کفر کا نہ ہو۔ (علی، قاری)

عقیدہ (۷۵) دوسرے کے کلمۂ کفر پر خوش ہوکر ہنسنا بھی کفر ہے۔

تشریح: اگر کوئی شخص زبان سے کفریہ کلمہ کہے اور دوسرا اس پر خوش ہوکر ہنسنے لگے تو یہ بھی کافر ہو جائے گا۔ (قاری)

---

[1] آئندہ سطور میں اُن اسبابِ مکفر کا بیان کیا جاتا ہے جو ناواقفیت کی وجہ سے عوام میں زیادہ رائج ہیں۔ اگر اس کے بارے میں تفصیلی بیان مطلوب ہو تو شامی، بحر، عالمگیری کی بحث مرتد دیکھئے۔ نیز اس بارے میں عقیدہ (۹۸) ملحوظ رکھے ۱۲ منہ

عقیدہ (۷۶) بے ہوشی یا اکراہ کی حالت میں کفریہ کلمہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا۔

تشریح: اگر کامل بے ہوشی کی حالت میں یا جان کی حفاظت کے لئے اکراہ کی حالت میں صرف زبان سے کوئی شخص کفریہ جملہ کہہ دے مگر دل میں ایمان کو قائم رکھے تو اس سے کفر لازم نہیں آئے گا۔ (علی)

عقیدہ (۷۷) حرام قطعی کو یا کسی بھی معصیت کو حلال جاننا کفر ہے۔

تشریح: ہر وہ فعل جو دلیل قطعی سے حرام اور معصیت ہو اس کو حلال جاننا کفر ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۷۸) غیب دانی کا دعویٰ کرنا بھی کفر ہے۔

تشریح: غیب دانی کا مدّعی بھی کافر ہے خواہ وہ جنات وشیاطین سے خبریں حاصل کرنے کا مدعی ہو یا رمل، نجوم وغیرہ کے ذریعہ سے۔ (قاری)

عقیدہ (۷۹) غیب کی باتیں بتانے والے کی تصدیق کرنا بھی کفر ہے۔

تشریح: غیب کی باتیں بتانے والے کی تصدیق کرنا اور اس پر یقین کرنا کفر ہے، خواہ وہ کہانت یعنی شیاطین وغیرہ سے خبریں حاصل کرنے کا مدعی ہو یا رمل، جفر، نجوم اور مسمریزم وغیرہ سے۔ (قاری)

عقیدہ (۸۰) رجال الغیب کے ذریعہ سے غیب دانی کا مدعی بھی کافر ہے۔

تشریح: غیب کی باتیں بتانے والوں میں ایک فرقہ رجال الغیب سے پوشیدہ خبریں معلوم کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ لوگ بھی جھوٹے، کذاب ہیں۔ ان کی غیب دانی کی تصدیق کرنا بھی کفر ہے۔ رجال الغیب کوئی اولیاء یا بزرگ ہستیاں نہیں ہیں، کیونکہ انسان بحالت حیات ہمیشہ نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ اور بالفرض اگر اس قسم کی ہستیاں موجود ہوں بھی تو وہ جنات یا شیاطین ہی ہوں گے۔ (قاری)

عقیدہ (۸۱) علم غیب خاصۂ الٰہی ہے، اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

تشریح: جو چیز نہ عقل کے ذریعہ سے معلوم ہو سکے اور نہ حواس کے ذریعہ سے اس کو غیب کہتے ہیں، جس کا جاننا خدا کا خاصہ ہے۔ ہمارے نبی کریم ﷺ اور دیگر بہت سے انبیاء کرام کو اللہ نے بذریعہ وحی دنیا وآخرت کے متعلق ایسے امور بتلائے ہیں کہ جن کے ادراک سے عام انسانوں کی عقول وحواس قاصر ہیں۔ مگر چونکہ عالم الغیب ہونا اللہ کی صفت ہے اور صفات الٰہیہ میں غیر کو

شریک ماننا کفر ہے اس لئے علماء انبیاء کرام کو بھی عالم الغیب ماننا کفر قرار دیتے ہیں۔ (قاری)

عقیدہ (۸۲) غیب دانی کا مدعی سیاسۃً بھی سزا کا مستحق ہے۔

تشریح: جو لوگ رمل، جفر، نجوم، مسمریزم، کہانت اور رجال الغیب وغیرہ ذرائع سے علم غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے عوام کے مالی، جانی، ایمانی نقصان کے باعث ہوتے ہیں، ایسے مفسدین کے دفع شر کے لئے حکومتِ وقت کا فرض ہے کہ ان کو مناسب سزا دے کر عوام کی جان و مال و ایمان کو ان کے فتنے سے بچائے۔ (قاری)

عقیدہ (۸۳) ایسا وظیفہ اور عمل کرنا بھی کفر ہے جس میں غیر اللہ سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

تشریح: بعض جاہل کسی دنیاوی فائدے کے لئے جاہل پیروں بلکہ کافر سادھوؤں سے بھی ایسے وظائف اور منتر وغیرہ سیکھ کر پڑھتے ہیں جس میں غیر اللہ سے مدد طلب کی جاتی ہے، ایسے وظائف بھی موجب کفر ہیں۔ (قاری)

عقیدہ (۸۴) شریعت کے کسی حکم کا استہزاء اور مذاق اڑانا بھی کفر ہے۔

تشریح: آج کل نئی روشنی والے ہر پُرانی چیز کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان میں بعض تو ایسے جری ہوتے ہیں کہ شعائر دین اور احکام شرعیہ کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ کوئی اذان کا مذاق اڑاتا ہے اور کوئی نماز روزے کا مذاق اڑاتا ہے۔ حالانکہ ان کے اس فعل سے ان کا ایمان تک رخصت ہو جاتا ہے مگر وہ اس کی اہمیت کو نہیں جانتے ہیں۔ اس لئے ہر مسلمان اپنے دل میں اسلام اور اسلامی احکام کی توقیر و تعظیم ضروری سمجھے خواہ وہ حکم شرعی فرض ہو یا واجب یا سنت۔ (عقد، قاری)

عقیدہ (۸۵) رضا بکفر غیر بھی کفر ہے۔

تشریح: اپنے یا غیر کے کفر پر رضا بھی کفر ہے، کیونکہ کفر سے اللہ راضی نہیں۔ اور جس پر اللہ راضی نہیں اُس پر راضی ہونا منشاء الٰہی کا مقابلہ اور تکذیب کرنا ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۸۶) دوسرے کو کفر و ارتداد کی راہ بتلانا بھی کفر ہے۔

تشریح: کسی دنیوی فائدے کے حصول کے لئے یا کسی عورت کو اپنے شوہر سے جدا کرنے کے لئے کافر ہو جانے کا حیلہ بتانا کفر ہے۔ ایسے حیلے پر مخاطب اگر چہ عمل نہ کرے لیکن حیلہ بتانے والا

بہر حال کافر ہو جاتا ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۸۷) کسی حرام کام کے شروع میں بسم اللہ کہنا بھی کفر ہے۔

تشریح: زنا، شراب خوری وغیرہ حرام قطعی افعال کے شروع پر بسم اللہ کہنا بھی کفر ہے۔

عقیدہ (۸۸) کسی کام میں بجائے اجازت بسم اللہ کہنا بھی کفر ہے۔

تشریح: مکان میں داخل ہونے والے یا کھانے میں شروع کرنے والے کو اجازت دینے کی جگہ پر یہ کہنا کہ بسم اللہ! تو اس کو بھی اکثر علماء نے اسبابِ مکفرہ میں لکھا ہے۔ اگرچہ اس کے جواز کی بھی تاویل ہوسکتی ہے مگر احتیاطاً اس سے احتراز لازم ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۸۹) بلا طہارت یا غیر قبلہ رُخ نماز پڑھنا بھی کفر ہے۔

تشریح: اکثر علماء نے بلا طہارت یا جان بوجھ کر غیر قبلہ رخ نماز پڑھنے کو موجب کفر لکھا ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ یہ فعل بطور استہزاء نہ ہو تو موجب کفر نہیں، مگر احتیاطاً اس سے بھی احتراز لازم ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۹۰) تمنّائے کفر بھی کفر ہے۔

تشریح: کسی کافر رشتہ دار کے مرنے پر میراث پانے کے لئے یا کسی خوبصورت غیر مسلمہ عورت سے شادی کرنے کے لئے یا کسی نومسلم کو بہت کچھ مالی فائدہ ملنے کے وقت یا کفار کو دنیوی لذائذ اور نعمتوں میں دیکھ کر کسی مسلم کا دل میں یہ تمنا کرنا کہ کاش میں فی الحال مسلم نہ ہوتا بلکہ کافر ہوتا تاکہ یہ فوائد مجھے بھی مِل جاتے، پس یہ تمنّائے کفر بھی کفر ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۹۱) مشابہت کفار بھی کفر ہے۔

تشریح: کسی ضرورت شرعیہ کے بغیر کفار کے ساتھ ایسی شکل، ہیئت اور لباس میں مشابہت اختیار کرنا جو خاص اُنہی کا شعار (علامت) ہو کفر ہے۔ مثلاً کفار کی مخصوص ٹوپی یا زنّار پہننا یا یہود و نصاریٰ کی مخصوص صورت و سیرت ان سے مشابہ بننے کے لئے اختیار کرنا۔ (قاری)

عقیدہ (۹۲) کفار کی مجالس عشرت میں شرکت کی غرض سے ان کی شکل و ہیئت اختیار کرنا بھی کفر ہے۔

تشریح: اگر کسی جگہ کفار نے رقص وعیش کی مجلس منعقد کی ہو اور کوئی مسلمان ان کے رقص وعیش میں شرکت کی غرض سے ان کی ہیئت ووضع اختیار کر لے یا ایسا کرنے کا پختہ ارادہ ہی کر لے تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا۔ (قاری)

عقیدہ (۹۳) کفار کے مخصوص مذہبی تہواروں میں شرکت کرنا یا کفار کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے ان کے تہواروں میں ان کو تحفے بھیجنا یا اس دن کے اعزاز کے لئے اپنے ہی گھر کے استعمال کے لئے غیر معمولی چیزیں خریدنا یا استاذ کا شاگردوں سے انعام طلب کرنا کفر ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۹۴) کفر اور معصیت کے وقت تقدیر پر الزام لگانا بدترین جرم ہے۔

تشریح: کفر یا اور کسی معصیت کے وقت تقدیر کی آڑ پکڑنا (عذر گناہ بدتر از گناہ) کا مصداق ہے۔ اس میں کفر کا اندیشہ ہے کیونکہ اس سے شریعت کے تمام احکام کو لغو اور بے کار ثابت کرنا ہے۔ انسان کو ہر فعل کے وقت محض احکام شرعیہ کی پابندی کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ ہاں فعل کے وقوع کے بعد اس کو تقدیر کا لکھا ہوا سمجھ کر غور کرنا چاہئے کہ اگر وہ احکام شرعیہ کے خلاف ہے تو اپنے فعل پر شرمندہ اور نادم ہو کر خدا سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے، اور اگر شریعت کے موافق ہے تو شکر۔ (قاری)

عقیدہ (۹۵) مال حرام کی خیرات سے ثواب کی امید کرنا کفر ہے۔

تشریح: اگر کوئی فقیر کو حرام مال خیرات میں دے اور دینے والا اور لینے والا دونوں جانتے ہوں کہ یہ مال حرام ہے تو ایسی صورت میں اگر فقیر نے اجر وثواب کی دعا دی اور دینے والے نے با امید قبول آمین کہہ دی تو علماء نے دونوں پر کفر کا حکم لگایا ہے۔ اور گنہگار ہونے میں تو شک نہیں اس لئے اس فعل سے بھی احتراز واجب ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۹۶) غیر ملتِ اسلامیہ کی جھوٹی قسم کھانا کفر ہے۔

تشریح: اگر کوئی کہے کہ میں یہودی یا نصرانی یا ہندو ہوں گا اگر میں نے یہ کام کیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس نے وہ کام کیا ہے تو اکثر علماء نے اس قسم اُٹھانے سے اس پر کافر ہو جانے کا حکم لگایا ہے۔ اس لئے احتیاطاً اس سے بھی توبہ کر کے تجدید ایمان کرنا چاہئے۔ (قاری)

عقیدہ (۹۷) قیامت اور اس کے صحیح واقعات میں سے کسی واقعہ کا انکار کفر ہے۔

تشریح: قرآن شریف اور احادیث صحیحہ میں قیامت اور اس میں آنے والے جتنے واقعات کا ذکر آیا ہے وہ سب یقینی ہیں۔ ان میں سے کسی واقعہ کا انکار کرنا کفر ہے۔ (قاری)

عقیدہ (۹۸) اسبابِ مکفّرہ کی وجہ سے کسی مسلم پر کفر کے فتوے میں احتیاط لازم ہے۔

تشریح: اگر کسی شخص میں مندرجہ بالا یا اور کچھ اسباب مکفرہ موجود ہوں مگر باوجود اس کے مومن ہونے کا ایک سبب بھی اس میں موجود ہو تو اس پر کفر کے فتوے میں احتیاط کرنی چاہیئے اور مفتی کو اس کے بارے میں کفر کے فتوے میں عجلت نہ کرنی چاہیئے۔ لیکن جس شخص میں اسباب مکفرہ کی موجودگی کے سبب نزد خدا کفر ثابت ہو جائے تو وہ کافر ہی ہوگا اور کسی مفتی کے فتوائے عدم کفر سے وہ حقیقۃً کفر سے خارج نہ ہوگا۔ اس لئے ایسے لوگ کہ جن میں اسباب مکفرہ میں سے کوئی سبب پایا جائے ان کو اگر مفتی کفر کا فتویٰ نہ دیں تب بھی احتیاطاً خوف خدا کر کے اپنی طرف سے خدا سے توبہ واستغفار اور تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہیئے۔ (قاری)

عقیدہ (۹۹) ہر مسلم کو خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ جملہ اسلامی فرقوں کے نزدیک بالاتفاق مومن رہے۔

تشریح: ہر مسلم کو اپنے ایمان کے متعلق یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ میں جملہ اسلامی فرقوں کے نزدیک بالاتفاق مسلم رہوں جس کی ترکیب یہ ہے کہ جملہ قولی وفعلی برائیوں سے بچتا رہے اور جملہ صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے ہر وقت تائب اور تجدید ایمان کے لئے کلمۂ ردّ کفر پر مداومت رکھے۔ (قاری)

عقیدہ (۱۰۰) ہر مسلمان کو شرک خفی اور کفرِ خفی سے ڈرتے ہوئے کلمۂ ردِّ کفر پر مداومت رکھنی چاہیئے۔

تشریح: بہت سے مسلمان ایسے ہوتے ہیں کہ اسلامی خاندان اور ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے اپنے کو مسلمان تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کی وجہ سے شرک اور کفر جلی سے تو بچتے رہتے ہیں مگر بے احتیاطی کی وجہ سے ان کے بعض اقوال یا افعال یا عقائد سے کفر خفی لازم آجاتا ہے اور ان کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اب اگر خدانخواستہ ایسی حالت میں بغیر توبہ ان کی موت آجائے تو دنیا سے کفر کی حالت میں رخصت ہونا لازم آجاتا ہے۔ لہٰذا ہر

مسلمان کو چاہئے کہ وہ احتیاط کے طور پر تجدید ایمان اور کلمۂ ردِّ کفر پر مداومت کرتا رہے۔

عقیدہ (۱۰۱) مسلمان خواہ کتنا ہی گنہگار رہو اور بغیر توبہ کئے مرا ہو مگر دوزخ میں ہمیشہ نہ رہیگا۔

تشریح: ہم اہل سنت کسی مسلمان کو نہ گناہ کبیرہ کرنے پر اسلام سے خارج اور کفر میں داخل مانتے ہیں اور نہ ابدی جہنم کا سزاوار قرار دیتے ہیں۔ بلکہ اس کے لئے بھی یہ امید رکھتے ہیں کہ اگر اللہ چاہے تو اس کو یک لخت معاف کر کے جنت میں داخل کر دے۔ یا جب تک اللہ چاہے تو دوزخ میں عذاب دے اور پھر دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دے۔ کیونکہ دوزخ کا دائمی عذاب صرف کفار و مشرکین ہی کے لئے ہے۔ (عقد، قاری)

فائدہ: گناہ کبیرہ کس کو کہتے ہیں؟ اس کے بیان میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں وہ سات ہیں، جیسے کہ مسلم شریف کی روایت میں آیا ہے کہ **اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَات** یعنی مندرجہ ذیل سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچ کر رہو۔ (۱) شرک (۲) سحر (۳) محترم نفس کا قتل (۴) یتیم کا مال کھانا (۵) سود لینا (۶) میدان جنگ سے بھاگ جانا (۷) پاک دامن (عفیفہ) عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ ایک اور روایت میں مذکورہ بالا اشیاء میں چار کا مزید اضافہ کیا گیا ہے۔ (۸) یعنی جھوٹ بولنا (۹) جھوٹی گواہی دینا (۱۰) تکبر کرنا (۱۱) والدین کی نافرمانی کرنا۔ چنانچہ اس روایت کو سامنے رکھ کر بعض دوسرے حضرات نے کبائر کی تعداد گیارہ بتائی ہے۔ مگر ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ستّر کا عدد مذکور ہے۔ بلکہ ایک روایت میں سات سو بھی مذکور ہے۔ (نووی بر مسلم) بعض علماء فرماتے ہیں کہ جس گناہ کے بارے میں اللہ و رسول کی جانب سے عذاب اور وعید بیان کی گئی ہے وہ کبیرہ ہے ورنہ صغیرہ۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر ایک گناہ مداومت اور اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور ہر گناہ توبہ اور ندامت پر صغیرہ ہو جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کبیرہ اور صغیرہ امور اضافیہ میں سے ہے، یعنی سب سے بڑا گناہ شرک و کفر ہے اور اس کے نیچے ہر دو گناہوں میں سے اوپر والا کبیرہ ہے اور نیچے والا صغیرہ۔

* * *

کلمۃ ناصحۃ

ایک محتاط مسلمان کی شان یہ ہونی چاہئے کہ نہ کسی نیکی کو چھوٹی سمجھ کر چھوڑے اور نہ کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر عمل میں لائے، بلکہ اُسے ہر چھوٹی بڑی نیکی کو عمل میں لانا چاہئے اور ہر چھوٹی بڑی برائی سے الگ رہنا چاہئے۔ اور اسے چاہئے کہ ہر وقت توبہ واستغفار اور کلمۂ ردِّ کفر پر مداومت رکھے۔

توبہ واستغفار اور کلمۂ ردِّ کفر کے الفاظ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ان الفاظ کا صرف زبان سے ادا کر دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس عبارت کے مضمون کے مطابق اپنی حالت میں فی الواقع تغیر کرنے کا نام دراصل توبہ واستغفار ہے۔

استغفار

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

میں اللہ سے، جو میرا پرورش کرنے والا ہے، اپنے سابق گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور آئندہ کے لئے ہر گناہ سے بچنے کا عہد کرتا ہوا اپنے رب کی اطاعت کی طرف لوٹتا ہوں۔

کلمۂ ردِّ کفر

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ شَیْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِهٖ تُبْتُ عَنْهُ وَتَبَرَّاْتُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْكِذْبِ وَالْغِیْبَةِ وَالْبِدْعَةِ وَالنَّمِیْمَةِ وَالْفَوَاحِشِ وَالْبُهْتَانِ وَالْمَعَاصِیْ كُلِّهَا اَسْلَمْتُ وَاَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ جانتے بوجھتے ہوئے تیری ذات و صفات میں کسی کو شریک ٹھہراؤں اور تیری حفاظت چاہتا ہوں اس بات سے کہ ناواقفیت اور لاعلمی کی حالت میں مجھ سے تیری جناب میں کسی شرک خفی کا ارتکاب ظہور میں آئے۔ اپنی گزشتہ زندگی میں جو گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ان کی معافی چاہتا ہوں اور آئندہ کیلئے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے اور خاص طور پر کفر، شرک، جھوٹ، غیبت، بدعت، چغلخوری، فحش کاری، بہتان اور افتراء پردازی اور ان جیسے دوسرے بڑے گناہوں سے بالخصوص بچنے کی توفیق تجھ سے طلب کرتا ہوں۔ اور آخر میں زبانِ حال اور زبان قال سے تجدید ایمان کرتے ہوئے اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا عبادت (اطاعت) کے لائق نہیں۔ اور محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔

درجۂ سوم کے طلبہ کے لئے

معین العقائد

حصّہ سوم

انسان کو مذہب کی تلاش

ہر سمجھدار انسان جب ہوش سنبھالتا ہے تو قدرتی طور پر اس کے دل میں حسب ذیل سوالات پیدا ہونے لگتے ہیں:

- میں اور یہ ساری کائنات عالم نہ پہلے موجود تھی اور نہ آئندہ ہمیشہ کے لئے موجود رہے گی۔ ہماری اور کُل موجودات کی آمد ورفت کا یہ سلسلہ دنیا میں کب سے جاری ہے؟ اور کب تک جاری رہے گا؟
- پھر ہماری یہ زندگی ہر وقت ایک انقلابی کیفیت میں گزرتی ہے۔ کبھی بچپن ہے کبھی جوانی، کبھی بڑھاپا، کبھی غریبی ہے کبھی امیری، کبھی تندرستی ہے کبھی بیماری، کبھی شادی ہے کبھی غمی۔ غرض زندگی کیا ہے؟ ایک ہلکی سی کشتی ہے جو انقلابی حوادث کی طوفانی موجوں میں ہچکولے کھاتی ہوئی بہتی چلی جارہی ہے۔ اب غور طلب سوال یہ ہے کہ آخر یہ کس ساحل سے آئی ہے؟ اور کس ساحل کی طرف جارہی ہے؟
- پھر ان انقلابات سے نہ انسان محفوظ ہے نہ حیوان، نہ نباتات ان سے مستثنیٰ ہیں نہ جمادات۔ آخر اس ہستی ونیستی اور ان حوادث وانقلابات کا خالق کون ہے؟ ان کا باعث کیا ہے؟ اور ان کے اندر یہ تصرف کس دستِ قدرت کے ذریعہ ہورہا ہے؟
- ہم کہاں سے آئے؟ اور کیوں آئے؟ اور پھر کہاں جائیں گے؟ اپنی فلاح وبہبود کے لئے ہم کو کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے؟ ہم اپنے اور دیگر موجودات کے متعلق کیا نظریہ رکھیں؟ اپنے اقوال واعمال کے لئے کیا دستور العمل بنائیں؟

یہ اور اس قسم کے بے شمار سوالات ہر عقل مند، ہوش وحواس اور شعور کے بیدار ہوتے ہی اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ اور اس کے بعد ہر ایک اپنی سمجھ اور استعداد کے مطابق اپنے ذہن

میں ان کے جوابات کا ایک نقشہ تیار کر لیتا ہے۔ اسی نقشہ پر اس کے خیالات، اس کے اقوال، اس کے اعمال اور مختصر یہ کہ اس کی ساری زندگی کا دارومدار ہوتا ہے۔ اور جب ایک قسم کے خیالات اور ایک ہی طرح کا نقشۂ زندگی رکھنے والے افراد جمع ہو جاتے ہیں تو ان سے ایک قوم اور ایک مذہب کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اور اسی طرح دنیا کی مختلف ہم خیال جماعتوں کے ملنے سے اقوام و مذاہب تیار ہو جاتے ہیں۔

آئندہ صفحات میں ہم مذکورہ بالا سوالات کے وہ جوابات پیش کریں گے جن پر مذہب اسلام اور قومیتِ اسلامیہ کی تشکیل ہوئی ہے۔ اور جن کی روشنی میں ایک مسلمان کی پوری زندگی اور اس زندگی کا ہر طرز عمل وجود میں آتا اور نشو و نما پاتا ہے۔ عام اس سے کہ یہ زندگی انفرادی ہو یا تمدنی ہو یا اخلاقی، اجتماعی اور سیاسی۔

یہ جوابات خود انسان کے سوچے اور گھڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ یہ اُس ہستی کے بتائے اور حل کئے ہوئے جوابات ہیں جس نے اس کائنات کو اور کائنات کے بارے میں مذکورہ بالا سوالات کو پیدا کیا ہے۔ اور جس کو ہر چیز کی اچھائی برائی، حسن و قبح اور مضرت و منفعت کا حقیقی علم ہے۔ ایسا علم کہ جس کے احاطہ سے کوئی شے اور کسی شے کی ادنیٰ سے ادنیٰ کیفیت بھی باہر نہیں ہو سکتی۔

انسان فطرۃً خدا کا قائل ہے

ابو البشر حضرت آدمؑ سے لے کر اب تک جتنے پیغمبر اور رہبر آئے ہیں وہ سب عام انسانوں کی ہدایت کے لئے یہی تعلیم دیتے آئے ہیں کہ اس عالم ہستی کا خالق و مربی صرف وجود باری اور ذاتِ خداوندی ہے۔ کائنات عالم کا ایک ذرّہ بھی اس کے حکم اور منشاء کے بغیر نہ موجود ہو سکتا ہے اور نہ حرکت کر سکتا ہے۔ اور انسانی نجات صرف اس کی بندگی و اطاعت پر موقوف ہے۔ مگر تھوڑی دیر کے لئے اگر ہم اس سے قطع نظر کر کے خود انسانی ذہنیت اور فطرت پر غور کریں تو ہم کو صاف معلوم ہونے لگتا ہے کہ ہر انسان خواہ کسی مذہب کا پیرو ہو جب وہ کسی مصیبت اور مشکل میں اس طرح گرفتار ہو جاتا ہے کہ جس سے نجات اور چھٹکارے کا کوئی وسیلہ باقی نہیں رہتا تو پھر فقیروں، بزرگوں اور مزارات کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے۔ اور کسی مخفی طاقت سے استمداد کے لئے تعویذ، گنڈے وغیرہ ہر قسم کے ٹوٹکے اور حیلے کرانے لگتا ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم

ہوتا ہے کہ وہ اس عالمِ ہستی میں کسی ایسے غیر مرئی متصرف وجود کو تسلیم کرتا ہے کہ اگر اس کی خوشی و رضامندی حاصل کی جائے تو وہ ساری مشکلات کو دور کر کے راحت و آرام پہنچا سکتا ہے۔ اسی بے مثال خالق، مربی اور متصرف ذات کا نام اہل اسلام کے نزدیک اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کو ہر قوم و ملت والے اپنی اپنی مخصوص زبانوں میں جدا جدا ناموں سے پکارتے ہیں۔ اور سب ہی اپنے اپنے مخصوص رسم و رواج کے مطابق اس کی رضا کے حصول کے لئے صحیح یا غلط طریقوں سے اس کی بندگی کرتے ہیں۔

انسان خود راہِ نجات کے دریافت کرنے سے قاصر ہے

جب دنیائے انسانیت کے سارے عقلمندوں کا اس پر اتفاق ہے کہ انسان اور جملہ کائنات ہستی کی خالق، مربی اور متصرف صرف وہی ایک بے مثال ذات ہے جس کو اہل اسلام اللہ اور خدا کہتے ہیں۔ اور یہ کہ انسان کی نجات اور فلاح اسی کی رضا پر موقوف ہے۔ اور اس کی رضا اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب اس کی اطاعت کی جائے۔ اور اس کی اطاعت اور بندگی اس وقت تک نہیں کی جا سکتی جب تک اس کے احکام و فرامین سے واقفیت حاصل نہ کر لی جائے تو اب سوال ہے کہ اس کی مرضی کا علم کیسے حاصل ہو؟ اور اس کے اُن احکام کا کس طرح پتہ چلے جن کی پیروی کرنے سے وہ راضی اور خوش ہوتا ہے؟

اس سوال کے جواب سے انسانی عقل قاصر ہے۔ اور اس سلسلے میں دنیائے انسانیت نے اپنی سمجھ اور ماحول کے تاثر سے جو جو غیر معقول طریقے اختیار کئے ہیں وہ نامعقول ہونے کے علاوہ آپس میں اس قدر مخالف اور متضاد ہیں کہ جن کو نہ اس جلیل القدر مدبّر حاکم کے احکام تصوّر کر سکتے ہیں اور نہ ان کو اس کی رضامندی کے ذریعے مان سکتے ہیں۔ لہٰذا اس کی اطاعت و بندگی کا صحیح اور قابل اعتماد طریقہ وہی ہو سکتا ہے جس کو خود اس حاکمِ مطلق ہی نے مقرر کیا ہو۔ اور وہ طریقہ وہی ہے جو اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے انسانوں تک پہنچایا ہے۔ اور جس کو تعلیماتِ الٰہیہ، شریعت اسلامیہ اور تعلیماتِ اسلامیہ کے ناموں سے تعبیر کرتے ہیں۔

اسلام ہی انسانی زندگی کا رہنمائے کامل ہے

تعلیمات اسلامیہ کیا ہیں؟

یہ انسانی عقائد، اقوال، افعال بلکہ کل انسانی حرکات وسکنات اور جملہ ضروریات دینی و دنیوی کے متعلق عالمگیر ہدایات کا ایسا بہترین مجموعہ ہے کہ جو جملہ انسانی تخیلات، نظریات، حرکات وسکنات کو قوانینِ الٰہیہ کے ماتحت محدود کرتا ہے۔ جس کی اطاعت وعدم اطاعت ہی پر افرادانسانی کی نیکی وبدی، فرماں برداری ونافرمانی موقوف ہے۔ اور جو قیامت تک بنی نوع بشری کی جملہ ضروریات میں رہنمائی کے لئے کامل ترین اور عالمگیر ضابطہ ہے۔

شرعی نقطۂ نظر سے انسانوں کی تقسیم

روئے زمین پر جتنے انسان آئے ہیں یا آئیں گے یہ سب باوجود کثرتِ افراد واختلافِ رنگ ونسل اور اختلافِ مذاہب ومراسم کے قانونِ اسلامی کی رو سے صرف دو ہی قسم پر ہیں۔

اول وہ جو اِن قوانینِ الٰہیہ (تعلیماتِ اسلامیہ) کو دل سے مانتے ہیں اور ان کی ہدایات پر چلتے ہیں۔ ان لوگوں کو مسلم، مومن اور حزب اللہ کہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے خالق کے سچے فرماں بردار بندے اور اس کی رضا واکرام کے مستحق ہیں۔

دوسرے وہ کہ جو نہ ان قوانین الٰہیہ کو مانتے ہیں نہ ان کی ہدایات پر چلتے ہیں۔ ان لوگوں کو غیر مسلم، کافر اور حزب الشیطان کہتے ہیں۔ اور یہ اپنے مالک کے ایسے نافرمان بندے ہیں جو اس کے غضب اور عذاب کے مستحق ہیں۔

اطاعتِ الٰہی کیلئے تعلیماتِ اسلامیہ سے واقفیت ضروری ہے

مندرجہ بالا بیان سے واضح ہو گیا کہ انسان کے لئے اپنی فلاح اور حصول رضائے الٰہی کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کی اطاعت وبندگی ہی میں اپنی ساری زندگی گزار دے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی کی اطاعت وفرماں برداری اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کے احکام و فرامین سے پوری واقفیت حاصل ہو جائے۔ اس لئے ہر انسان کو اپنی فلاح اور حصولِ رضائے مولیٰ

کیلئے سب سے پہلے احکامِ الٰہیہ (شریعت) سے واقفیت پیدا کرنا چاہئے۔ تا کہ ان ہدایات وفرامین کے مطابق وہ اپنی زندگی کا دستور العمل اور پروگرام بنا کر اپنے مالک کی اطاعت وبندگی بجالا سکے۔

تعلیماتِ اسلامیہ کی تقسیم

تعلیمی سہولت کی غرض سے اسلامی تعلیمات کی دو بڑی قسمیں ہیں۔

اول وہ احکامِ الٰہیہ جو انسان کے عقائد ونظریات سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے علم کو علمِ عقائد، علمِ اصول یا علمِ کلام کہتے ہیں۔

دوسرے وہ احکام وفرامین الٰہیہ جو انسان کے اقوال و افعال سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کے علم کو علمِ فروع یا علمِ شرائع واحکام کہتے ہیں۔

ان دونوں میں سے ہر ایک کے کئی کئی شعبے اور ہر شعبے کی کئی کئی شاخیں ہیں۔ اور ہر شاخ کے بیان میں چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں ہیں جن سے تعلیمات اسلامیہ کے متعلق معلومات کا اس قدر جامع اور وسیع ترین ذخیرہ تیار ہو گیا ہے جس کی نظیر دنیا کی کوئی قوم اپنے مذہب وملّت کے متعلق پیش نہیں کر سکتی۔

عقائد اور دیگر علوم شرعیّہ کی تدوین کی ضرورت

موجودہ زمانہ میں علوم شرعیہ کے اس عظیم ذخیرہ پر نگاہ ڈالنے سے دل میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے مبارک زمانے میں جب کہ قرآن پاک کے سوا کوئی اسلامی کتاب موجود نہ تھی اس وقت مسلمان دینی اور دنیوی اعتبار سے موجودہ مسلمانوں سے بہترین حالت کے ساتھ زندگی گزار چکے ہیں تو اب اس قدر کثیر ذخیرۂ علوم کی تیاری کی کیا ضرورت؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں صحابۂ کرامؓ کو ان علوم کی تدوین کی ضرورت اس لئے پیش نہ آئی کہ ان کے قلوب آنحضرت ﷺ کی مبارک صحبت سے ایسے منوّر ہو گئے تھے کہ غیر اسلامی اثرات سے وہ ہر طرح محفوظ تھے۔ اور اگر کسی ضرورتِ بشری کے ماتحت کوئی دریافت طلب امر ان کو پیش آتا تو آنحضرت ﷺ سے دریافت کر کے آسانی

سے زبانی ہدایت حاصل کر سکتے تھے۔ اس لئے ان کو نہ تدوینِ علوم شرعیہ کی ضرورت پیش آئی نہ ان کی درس وتدریس کی۔ مگر تابعین اوران کے مابعد زمانے میں جب اسلام کا حلقہ وسیع ہوگیا اور عرب سے باہر عجم کی مختلف اقوام اس میں داخل ہوگئیں اور خلفائے اسلام وائمہ دین کے خلاف فتنے پیدا ہونے لگے، اور رفتہ رفتہ ان اختلاف نے مختلف گروہوں اور فرقوں کی صورت اختیار کر لی اوراسی تفریق میں جبریہ، قدریہ، روافض، خوارج وغیرہ گمراہ فرقے عالم وجود میں آگئے۔ اور پھر ان میں بھی ہر ایک کے مختلف شعبے اور شاخیں پیدا ہوئیں اور ہر شعبے اور شاخ نے ایک منظّم جماعت اور مستقل مذہب کی صورت اختیار کر لی۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر ان میں سے ہر ایک جماعت نے اپنے لئے خاص خاص اصول واحکام مقرر کر کے ان کو عقلی اور نقلی دلائل سے مضبوط کرنے کے بعد اسلام کو انہی میں منحصر قرار دے لیا۔ اور صرف انہی کو اسلام کی سچی تعلیم تصوّر کرتے ہوئے اللہ اور رسول کے کلام میں جو باتیں اُن کی خودساختہ تعلیمات سے مختلف نظر آئیں نہایت بے خوفی کے ساتھ ان کی تاویلیں کرنے لگے۔

تو ایسی حالت میں ان گمراہوں کے اس ملحدانہ طرز عمل سے اہل حق کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اگر ابھی سے اسلام کی صحیح تعلیمات قلم بند کر کے ان کے رکیک دلائل وتاویلات کا تدارک نہ کیا گیا تو آنے والی نسلوں کے لئے اسلام کا صحیح طریقۂ تعلیم دریافت کرنا سخت دشوار ہوجائے گا۔ اس کے علاوہ جب اسلام نے عرب سے باہر قدم رکھا اور عجم کے مختلف ممالک واقوام اور مختلف مذاہب و مراسم رکھنے والے افراد انسانی اسلام میں داخل ہوئے اور دوسری طرف امتداد زمانہ اور زمانہ کی جدید ضروریات کے پیش نظر نئے نئے حوادث اور واقعات روزمرہ اس قدر پیش آنے لگے کہ ہر ایک حادثہ کیلئے نصوص قرآنیہ یا احادیث نبویہ سے شرعی فیصلہ کا استخراج عام مسلمانوں کے لئے دشوار ہوگیا۔

ان حالات میں بہی خواہان ملّت ومجتہدین امت نے سب سے اہم اور ضروری فریضہ جو اپنے لئے واجب العمل سمجھا وہ یہ تھا کہ تعلیمات اسلامیہ کو اسی صورتِ اصلی میں قلمبند کر کے محفوظ کر دیا جائے کہ جس پاکیزہ صورت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پیارے نبی کے ذریعہ سے ہم تک پہنچایا ہے۔ تا کہ یہ تعلیماتِ اسلامیہ موجودہ اور آئندہ ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رہیں۔

چنانچہ ان بزرگانِ دین اور مجتہدینِ کرام نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے تعلیمی سہولت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے تعلیماتِ اسلامیہ کے مختلف شعبے بنائے اور ہر شعبے کے لئے خاص خاص ضوابط واصول مقرر کئے۔

مثلاً علوم قرآنیہ کا ایک فن بنا کر اس کے لئے تفسیر واصولِ تفسیر کے طریقے معیّن کئے۔ احادیثِ نبویہ کو ایک جدا فن قرار دے کر اس کے لئے الگ اُصول وضوابط مقرر کئے۔ انسان کے اقوال، اعمال اور معاملات کے متعلق علم فقہ کے ایک مستقل فن کو اس کے خاص اصول وضوابط کے ساتھ مرتب کیا۔

اسی طرح انسان کے عقائد ونظریات کے متعلق ایک علیٰحدہ فن علمِ اصول وعقائد کے نام سے وضع کیا۔

غرض انسانی عقائد، اقوال؛ افعال بلکہ جملہ حرکات وسکنات کے متعلق تعلیماتِ اسلامیہ میں جو جو ہدایات واحکام آئے تھے انہی کے مطابق ان بزرگوں نے انسانی زندگی کے ہر شعبے کے متعلق ایک ایک فن اور ہر ایک فن کو جدا جدا اصول وضوابط کے ساتھ مرتب فرمایا۔ اس کے بعد مرورِ ایّام اور وقوع حوادث پر ہر زمانے کے علماء نے انہی اصول وضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر فن اور ہر شعبے کے متعلق حسبِ ضرورت چھوٹی بڑی مختلف کتابیں لکھیں۔ جن سے آج تک دنیا کے کتب خانے بھرے پڑے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ روز مرہ ان میں ترقی ہو رہی ہے۔ اور جن کے درس وتدریس کے لئے دنیا کے ہر گوشے میں اسلامی مدارس قائم ہیں اور قائم ہوتے جا رہے ہیں۔ ان مدارس میں مسلمانوں کے بچے یہی علوم اسلامیہ پڑھ کر اپنے لئے فلاحِ دارین حاصل کرتے ہیں اور آنے والی نسلوں تک اس امانتِ الٰہی کے پہنچانے کا فریضہ بھی ادا کر رہے ہیں۔

علوم شرعیہ میں عقائد کی اہمیت

علومِ شرعیہ بلکہ جملہ علومِ انسانی میں علمِ عقائد واخلاق کو بہت ہی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کی اہمیّت کو دیکھتے ہوئے اگر اس کو انسان کی جملہ حرکات وسکنات کا محور یا مرکز کہا جائے تو بجا ہے۔ کیونکہ انسان کی جملہ حرکات وسکنات اور عادات واطوار کا دارومدار اس کے عقائد واخلاق ہی

پر ہوتا ہے۔ عقل و نقل بلکہ مشاہدہ و تجربہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کے عقائد و خیالات نیک و سنجیدہ ہوتے ہیں اس کے گفتار و کردار بھی سنجیدہ اور شریفانہ ہوتے ہیں اور جس کے عقائد و خیالات گندے اور ناپاک ہوتے ہیں اس کے افعال و حرکات بھی گندے اور شرمناک ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا میں اب تک جتنے پیغمبر یا رہبر آئے ہیں اُنہوں نے سب سے پہلے قوموں کے عقائد و خیالات ہی کی اصلاح پر توجہ کی ہے اور اس کے بعد افعال و کردار کی اصلاح پر۔ خود رہبر کامل نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلی دعوت توحید و رسالت شرافت، سچائی، صلہ رحمی کی طرف تھی اس کے بعد عملی اصلاحات کی طرف۔ چنانچہ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ انسانی بدن میں قلب ہی ایک ایسا عضو ہے کہ جس کی صلاح و فساد پر سارے جسم کی صلاح و فساد کا دارومدار ہے۔

اور یہ بات محتاج دلیل نہیں ہے کہ قلبی اصلاح کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ علم عقائد و اخلاق کی پاکیزہ تعلیم سے دل کو صالح اور منوّر کیا جائے۔

جملہ فنون پر علم عقائد کا تقدم طبعی

اقوامِ عالم اور انسانی افراد کے مختلف طرز گفتار و کردار، مختلف مراسم و ملابس، گوناگوں تمدن و معاشرت پر اگر ہم غائر نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یہ سارے اختلافات صرف عقائد و خیالات کے اختلافات کے ثمرات ہیں۔ یعنی انہوں نے ان مراسم و معاشرات اور ان کے اسباب و مبادی کے متعلق پہلے اپنے اپنے ذہنوں میں حسنِ ظن و عقیدت قائم کیا تھا، پھر رفتہ رفتہ یہ حسنِ عقیدت ان کی طبیعت و فطرت پر اثر انداز ہوا۔ پھر اس فطرت و طبیعت نے قدرتی طور پر عملاً ان کو اس تمدن و معاشرت کے اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ لہٰذا ہر انسان اور خصوصاً ہر مسلمان کو جملہ علوم سے پہلے علم عقائد و اخلاق سے واقفیت پیدا کرنا اور اس کے بعد حسنِ اخلاق و عقائد سے اپنی فطرت کو آراستہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ یہ حسن اخلاق و عقیدت اس کو حسن کردار اور حسن افعال کی طرف فطرۃً رہنمائی کرے تاکہ وہ دنیا میں حسن اخلاق و کردار کی شریفانہ زندگی گزار کر آخرت میں اللہ کی رضا و اکرام کی سعادت بھی حاصل کر سکے۔

ضرورت تالیف کتاب ہٰذا

مندرجہ بالا بیان سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ انسان کو اپنی فلاح و بہبود کے لئے علم عقائد و اخلاق کی کس قدر ضرورت ہے۔ مگر ہمارے مروّجہ نصاب تعلیم میں اس فن کی صرف دو کتابیں (شرح عقائد اور خیالی) پڑھائی جاتی ہیں جن کے فلسفی دلائل سے طلبہ یا سرے سے دلچسپی ہی نہیں رکھتے یا ان دلائل کو مقصودِ اصلی سمجھ کر ان کے قیل وقال میں عمریں صرف کرتے ہیں۔ اور فن کے ضروری مقاصد سے اکثر بے خبر رہتے ہیں۔

اسی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلسلۂ تسہیلات معینی میں یہ کتاب لکھی گئی ہے جس کے دو حصص سابقہ میں فن کے ضروری مسائل آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب اس تیسرے حصہ میں ایمان مفصل کے متعلق ضروری امور ترتیب وار لکھے جائیں گے۔

ایمان مفصل کے متعلق تمام ضروری باتیں حصۂ دوم میں جدا جدا آپ پڑھ چکے ہیں یہاں وہی باتیں کچھ اضافہ کے ساتھ دوبارہ لکھی جاتی ہیں تاکہ آپ ہر امر کے متعلق وہ منتشر امور ملا کر ایک مستقل مضمون کی صورت سے ذہن نشین کر سکیں۔

ایمان مفصل کا بیان

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

ترجمہ: ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور اس بات پر کہ دنیا میں جو کچھ اچھا برُا ہوتا ہے سب تقدیر سے ہوتا ہے۔ اور اس بات پر کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ہے۔

یہ کل سات چیزیں ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ (۲) فرشتے (۳) اللہ کی کتابیں (۴) رسول (۵) قیامت کا دن (۶) تقدیر (۷) مرنے کے بعد دوبارہ زندگی۔

ان سب پر ایمان لانا اور دل سے ان کا یقین کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ ان میں سے ہر ایک کا ضروری بیان جدا جدا نیچے لکھا جاتا ہے۔

(۱) اللہ پر ایمان لانے کا بیان

یعنی میں دل کے یقین کے ساتھ زبان سے یہ اقرار کرتا ہوں کہ؛

● اس عالمِ ہستی میں صرف ایک ہی معبود حقیقی اللہ کی ایسی ذات موجود ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

● وہ جملہ پاکیزہ اور اعلیٰ صفاتِ کمالیہ سے موصوف اور تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے۔

● اس کی ذات وصفات میں کوئی اس کا مثل و شریک نہیں۔

● وہی تمام مخلوق کی بندگی کے لائق ہے اور اس کے سوا کوئی شے بندگی وعبادت کے لائق نہیں۔

● یہ زمین اور آسمان اور ان میں چھوٹی بڑی جو کچھ چیزیں نظر آتی ہیں یہ سب اسی اللہ نے بغیر کسی کی شرکت واعانت کے محض عدم سے پیدا کی ہیں۔

● اس جہان کا ذرّہ ذرّہ اس کا محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔

● وہی سب کا پالنے والا اور اپنے بندوں پر بڑا مہربان اور رحیم ہے۔

● وہ اپنے بندوں کے بے شمار گناہوں اور ان کی غلطیوں کو معاف کرتا ہے۔

● وہ اپنے بندوں کی عاجزی اور دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے۔

● وہ اپنے سوا کسی مخلوق کی بندگی کرنے یا کسی مخلوق سے حاجتیں مانگنے پر سخت ناراض ہوتا ہے۔ (ایسا کرنے والے کو مشرک کہتے ہیں) مشرک کو وہ کبھی معاف نہیں کرتا۔

● دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ سب اس کے علم وارادے اور مشیّت سے ہوتا ہے۔

● وہی جس کو چاہے امیر بنائے اور جس کو چاہے فقیر، جس کو چاہے بیماری دے اور جس کو چاہے تندرستی۔

● غرض اس عالمِ ہستی پر کوئی ذرہ یا کوئی شے اس کے حکم وارادے کے بغیر نہ موجود ہو سکتی ہے نہ حرکت کر سکتی ہے۔

● وہ اپنے فرماں بردار بندوں سے خوش اور نافرمانوں سے ناراض ہوتا ہے۔

● وہی سب کو فنا کرے گا اور قیامت میں حساب کتاب کے لئے پھر زندہ کرے گا۔ جہاں اپنے فرماں بردار بندوں کو اجر وثواب اور نافرمان بندوں کو سخت عذاب وسزا دے گا۔

(۲) فرشتوں پر ایمان لانے کا بیان

یعنی میں دل کے یقین کے ساتھ زبان سے اقرار کرتا ہوں کہ؛

- اس دنیا میں ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ایک ایسی مخلوق بھی موجود ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کیا ہے، اس مخلوق کو فرشتہ یا ملائکہ کہتے ہیں۔
- یہ فرشتے نہ نر ہیں نہ مادہ۔
- نہ انسانوں کی طرح ان کو کھانے پینے کی ضرورت ہے اور نہ بول و براز کی حاجت۔
- نہ وہ سوتے ہیں اور نہ ان کو سستی لاحق ہوتی ہے، بلکہ وہ ہر وقت اپنے فرائض میں مصروف رہتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ کے یہ فرشتے زمینوں اور آسمانوں پر اس قدر بکثرت موجود ہیں کہ جن کی صحیح تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
- ان میں سے دو فرشتے ہر انسان کے ساتھ ہر وقت موجود رہتے ہیں جن کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ ان میں سے ایک نیکی لکھنے پر مامور ہے اور دوسرا بدی لکھنے پر۔
- ان کے علاوہ ہر انسان کے ساتھ کچھ ایسے فرشتے بھی مقرر ہیں کہ جو اس کو آفات و بلیّات سے بچاتے رہتے ہیں، ان فرشتوں کو **حَفَظَه** (محافظ فرشتے) کہتے ہیں۔
- اسی طرح آسمان و زمین میں ہر فرشتے کے ذمّے خاص خاص امور و فرائض مقرر کیے گئے ہیں جن کو وہ بغیر کسی غفلت و سستی کے نہایت احتیاط کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

ان میں حسبِ ذیل چار مشہور بڑے فرشتے ہیں۔

- حضرت جبریلؑ جو انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس اللہ کے احکام اور کتابوں کے پہنچانے پر مقرر ہیں۔
- حضرت میکائیلؑ جو بارش برسانے اور مخلوق کو روزی پہنچانے کی خدمت پر مقرر ہیں۔
- حضرت عزرائیلؑ جو انسانوں اور تمام جانداروں کی روحیں قبض کرنے کی خدمت پر مامور ہیں۔

- حضرت اسرافیلؑ جو قیامت کے صور پھونکنے پر مقرر ہیں۔ قیامت آنے کے وقت وہ پہلا صور پھونکیں گے جس سے یہ سارا عالم فنا ہو جائے گا۔ اور پھر جب دوسرا صور پھونکیں گے تو سارے جاندار جزاو سزا کے لئے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

(۳) اللہ کی کتابوں پر ایمان لانے کا بیان

یعنی ہم دل کے یقین کے ساتھ زبان سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب فرشتے جبریل امین کے ذریعہ سے بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام پر چھوٹی بڑی ایسی کتابیں اتاری ہیں کہ جن میں انسانی عقائد، افعال، اقوال، جزاو سزا کے متعلق ہدایات الٰہیہ موجود ہیں۔ ان میں جو بڑی ہیں ان کو اللہ کی کتابیں اور جو چھوٹی ہیں ان کو صحیفے کہتے ہیں۔ ان کتابوں اور صحیفوں کی صحیح تعداد کو معلوم کرنا تو مشکل ہے، البتہ ان میں مشہور یہ چار کتابیں ہیں۔

توریتؔ حضرت موسیٰؑ پر، زبورؔ حضرت داوٗدؑ پر اور انجیلؔ حضرت عیسیٰؑ پر اتاری گئی ہیں۔

اور سب سے آخری بڑی مکمل کتاب قرآن شریف ہے جو سب سے آخری اور افضل نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اتاری گئی ہے۔ قرآن انسانی زندگی کے ہر شعبے کے متعلق ہدایات الٰہیہ کا ایک ایسا مکمل عالمگیر ضابطہ ہے کہ ساری انسانی برادری کو خالق کی اطاعت و بندگی سکھانے میں اور آپس میں عدل وانصاف سے شریفانہ زندگی بسر کرنے میں قیامت تک رہنمائی کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

ان آسمانی کتابوں میں توریت، زبور، انجیل میں اول تو خود ان کے ماننے والوں نے اپنی جانب سے بہت کچھ کمی بیشی اور تغیر و تبدل کر دیا ہے۔ پھر ان کی نقل درنقل میں اس قدر بے احتیاطیاں کی گئی ہیں کہ اب اصل ونقل میں خود ان کو امتیاز کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اس لئے اب ان میں کوئی بھی اس قابل نہیں کہ اس کے متعلق یہ یقینی فیصلہ کیا جا سکے کہ یہ بعینہٖ وہی کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا۔ البتہ اب ہم مجملاً اتنا کہہ سکتے ہیں کہ توریت، زبور، انجیل وغیرہ جتنی کتابیں اللہ نے اتاری ہیں وہ حق ہیں اور ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔

اب روئے زمین پر صرف قرآن شریف ہی وہ کتاب رہ گئی ہے جس کے متعلق بلاکسی

شک وتردد کے ہم یہ یقین کر سکتے ہیں کہ یہ وہی آسمانی کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کے ذریعہ سب سے افضل اور آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ پر اتارا ہے۔ اور آپ ﷺ سے ہزاروں صحابۂ کرامؓ نے اور صحابہؓ سے لاکھوں تابعین نے اور تابعین سے کروڑوں مسلمانوں نے بلا کسی ایک حرف کی کمی بیشی کے تحریر، تقریر اور حافظہ کے ذریعہ نقل درنقل کرتے ہوئے نہایت حفاظت کے ساتھ ہمارے ہاتھوں تک پہنچایا ہے اور قیامت تک اسی محفوظ طریقہ سے آنے والی نسلوں تک پہنچایا جائے گا۔ اور جس کی حفاظت کے متعلق خود اس کے اتارنے والے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اِنَّا نَحنُ نَزَّلْنَا الذِّکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔

(۴) رسولوں پر ایمان لانے کا بیان

یعنی میں دل کے یقین کے ساتھ زبان سے یہ اقرار کرتا ہوں کہ ابوالبشر حضرت آدمؑ سے لے کر ہمارے نبی آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک اللہ نے وقتاً فوقتاً بہت سے ایسے ستودہ صفات برگزیدہ انسانوں کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کہ جن کے ذریعہ سے اپنے عام بندوں تک اس نے اپنی ہدایات اور اپنے احکام پہنچائے ہیں۔ ان برگزیدہ حضرات کو انبیاء اور پیغمبر کہتے ہیں۔ جن کی صحیح تعداد معلوم کرنا تو مشکل ہے البتہ ایک روایت میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد آئی ہے۔ یہ انبیائے کرام سب سچے اور معصوم تھے اور سب نے اپنا اپنا فریضۂ تبلیغ ادا کیا ہے۔ ان میں خدا کی طرف سے جو نیا دین اور نئی کتاب لائے ہیں وہ خدا کے رسول (پیغمبر) کہلاتے ہیں۔ جن کی تعداد ایک روایت میں تین سو تیرہ آئی ہے۔

مگر اس بارے میں صحیح عقیدہ یہ ہے کہ انبیائے کرام اور رسولوں کے متعلق دل میں کوئی خاص تعداد مقرر نہ کی جائے بلکہ مجملاً یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بہت سے انبیاء ورُسُل بھیجے ہیں جن میں سب سے اول حضرت آدمؑ اور سب سے اخیر میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھیجے گئے ہیں جن کا دین سب سے مکمل اور افضل دین ہے۔ اور جن کی کتاب (قرآن) ایک مکمل اور عالمگیر قانونِ الٰہی ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے کے متعلق بہترین ہدایات پر مشتمل ہے۔

یہ انبیاء کرام از اول تا آخر چھوٹے بڑے ہر گناہ سے پاک اور معصوم تھے۔ اور اپنی پوری زندگی میں نہایت احتیاط کے ساتھ احکام الٰہیہ کے پابند رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اللہ کی اطاعت و بندگی کی طرف دعوت دیتے گئے ہیں۔

ان حضرات نے دیگر عام انسانوں کے سامنے اپنے اعمال حسنہ، اوصاف حمیدہ اور خیالات کی پاکیزگی کے ممتاز اور بہترین قابل تقلید نمونے پیش کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق کے لئے ان کے ہاتھوں سے ایسے ایسے مشکل اور خلاف عادت امور ظاہر کئے ہیں کہ جن کے موجود کرنے سے عام انسانی طاقتیں قاصر ہیں۔ مثلاً سخت پتھر سے زندہ اونٹنی کا پیدا ہونا یا عصا کے مارنے سے پتھر میں سے کئی چشمے جاری ہونا، عصا کا عظیم الشان اژدہا بننا یا عصا کے مارنے سے دریا میں آر پار خشک راستے کا پیدا ہونا، مُردے کا زندہ ہونا ہاتھ کے اشارے سے آسمان پر چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔ پتھر، درخت، حیوانات اور جمادات سے بات چیت کرنا وغیرہ۔ اس قسم کے امور کا جو عادۃً غیر ممکن ہیں انبیاء سے ظاہر ہونا معجزہ کہلاتا ہے۔ معجزہ انبیاء ہی کے ساتھ خاص ہے۔

انبیاء کرام کے سوا کسی شخص کے ہاتھ سے اس قسم کا خلافِ عادت کام ظہور میں آئے تو اس کو کرامت، استدراج، نظر بندی اور جادو وغیرہ کہیں گے مگر معجزہ ہرگز نہ کہیں گے۔

چونکہ نبوت و رسالت انسانی مراتب عالیہ میں سب سے آخری اور انتہائی رتبہ عالیہ ہے جو خواہ کتنی ہی عبادت و ریاضت کی جائے مگر بغیر مشیّتِ الٰہی کے کسی کو نہیں مِل سکتا۔ اس لئے یہ عہدۂ جلیلہ جس کو اللہ دینا چاہتا ہے اس کو پہلے ہی سے ہر قسم کے کمالات انسانی سے مشرف بنا کر بھیجتا ہے۔ چنانچہ یہ عہدۂ جلیلہ نہ کسی عورت کو دیا گیا ہے اور نہ ایسے شخص کو دیا گیا ہے جو دماغی جسمانی، نسبی یا اخلاقی حیثیت سے کمزور یا ناقص ہو۔

قیامت اور قیامت کے بعد کی زندگی پر ایمان لانے کا بیان

یعنی میں دل کے یقین اور اطمینان کے ساتھ زبان سے یہ اقرار کرتا ہوں کہ آخر ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ جس میں اسرافیلؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صور پھونکیں گے۔ اس صور سے خدا

کے سوا یہ سارا عالم فنا ہو جائے گا اور پھر دوسرا صور پھونکیں گے جس سے سارے مردے ایک نئی دنیا میں نئے سرے سے زندہ ہو کر قبروں سے اٹھیں گے۔ یہی نئی زندگی بعث بعد الموت اور وہی دن یوم الآخر یا یوم القیٰمۃ ہے۔ جن کے پیش آنے پر ہم سب ایمان اور یقین رکھتے ہیں۔

یہ دن بڑا ہی ہولناک اور خوفناک دن ہوگا۔ اور ہر انسان پر ان کے اختلافِ اعمال کی وجہ سے اس کا مختلف اثر ہوگا۔ یعنی نیکو کاروں کو چھوٹا اور بدکاروں کو بڑا معلوم ہوگا۔ اس طرح مختلف افراد انسانی پر ایک لمحہ سے لے کر پچاس ہزار سال تک مختلف طریقے سے اثر انداز ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دارِ دنیا میں اپنے بندوں کو خود مختار چھوڑ کر ہر قسم کی آزادی دی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو نیکی و اطاعت کی راہ اختیار کریں اور اگر چاہیں تو بدی و نافرمانی کی راہ کو۔ بہرحال وہ بلاتفریق سب کو برابر روزی پہنچاتا ہے اور سب کو برابر تندرستی اور صحت بھی دیتا ہے اور عزت و دولت بھی۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ اپنے بندوں کے اعمال سے بے خبر ہے یا ان کی بداعمالیوں سے خوش ہے۔ اس نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ سے اپنے احکام اس لئے بھیجے ہیں کہ ان کے مطابق بندے اطاعت و فرماں برداری کریں۔ پھر ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے (کراماً کاتبین) ان کی نیکی و بدی کو ضابطۂ تحریر میں لانے کیلئے اس غرض سے مقرر کئے ہیں کہ نیکی اور بدی کے یہ دفاتر محاسبہ اور جزا و سزا کیلئے کسی روز پیش کئے جائیں گے۔ اب دنیا میں بہت سے لوگ آئے اور گئے مگر جزا و سزا کا یہ محاسبہ دنیا میں کسی سے نہ لیا گیا بلکہ نافرمانوں نے سب سے زیادہ عیش و آرام کی زندگی اس دنیا میں گزاری ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ دنیا جزا و سزا کی جگہ نہیں ہے بلکہ یہ محض محنت و مزدوری اور اطاعت و بندگی کی جگہ ہے۔ اس کے بعد انسان ایک اور عالم میں جا کر ایک نئی دائمی زندگی پائے گا۔ جہاں دار دنیا کی نیکی و بدی، اطاعت و نافرمانی کی جزا و سزا پائے گا۔ یہی یوم جزا اور قیامت کا دن ہے جس میں اعمال انسان کے دفاتر محاسبہ، جزا و سزا کے لئے پیش ہوں گے۔

یہی عدل و انصاف کا دن ہے۔ یہی دن حقیقۃً انسان کی فتح و شکست، کامیابی و ناکامی کا دن ہے۔ یہی دن متاع زندگی سے نفع یا نقصان اُٹھانے کا دن ہے۔ اور حزب اللہ اور

حزب الشیطان میں امتیاز کا دن ہے۔

اسی دن میزان عدل سے ہر کسی کی نیکی و بدی تولی جائے گی۔ جہنم پر بال سے باریک تلوار سے تیز پُل صراط رکھا جائے گا جس سے کفار اور گنہگار تو جہنم میں گر پڑیں گے اور خدا کے نیک بندے بوجہ تفاوت اعمال کے کوئی تیز اور کوئی دھیمی چال سے اس پر گزر کر جنت میں داخل ہوں گے۔

جنّت میں داخل ہونے کے بعد جنّتی اپنے مسلم جہنمی بھائیوں کو جہنم سے نکالنے کیلئے اللہ سے سفارش کریں گے جس کو شفاعت کہتے ہیں۔ شفاعت کی اجازت جنّتیوں کو اعزازی طور پر ملے گی۔

شفاعت میں انبیاء کرام علیہم السلام، شہدا، علماء، صلحاء سب ہی حصہ لیں گے۔ سب کو اپنے اپنے مرتبے کے مطابق ایک محدود مقدار میں شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ یہ سب حضرات جب حسب مراتب مسلم گنہگاروں کی شفاعت کر کے جنّت میں لائیں گے تو سب سے آخر میں اللہ جلّ مجدہٗ محض اپنے فضل و کرم سے ان لوگوں کو جہنم سے نکالے گا جن کے پاس تصدیقِ توحید کے سِوا کوئی نیک عمل نہ ہوگا۔ اس کے بعد جہنم میں صرف کفار و مشرکین رہ جائیں گے جو ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اور جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے جن کو فرق مراتب کے ساتھ (زود یا بدیر) اللہ کا دیدار ہوتا رہے گا۔ جو جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت ہوگی۔

(۷) تقدیر پر ایمان کا بیان

یعنی میں دل کے یقین کے ساتھ زبان سے یہ اقرار کرتا ہوں کہ اِس عالم دنیا میں جو چیزیں جس جس کیفیت سے موجود ہوئیں یا موجود ہوں گی اور جس جس حالت و کیفیت سے ان کا بقا و فنا ہوا یا ہوگا اس تمام تغیر کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کے موجود ہونے سے پہلے ہی اپنے علم ازلی کے مطابق لوح محفوظ میں لکھ دیا تھا۔

مثلاً ہم کس خاندان میں، کس وقت، کس مکان اور کن حالات میں پیدا ہوں گے۔ پھر کس طرح زندگی گزاریں گے۔ اور پھر کن کیفیات سے ہمارا فنا اور انجام ہوگا۔ ہم غریب ہوں گے یا امیر، بدصورت ہوں گے یا خوب صورت، بیمار رہیں گے یا تندرست۔ غرض یہ کہ ہماری ہر حالت و کیفیت اور جملہ حرکات و سکنات خواہ وہ اچھی ہوں خواہ بری ان سب کا ایک مفصل و مکمل

خا کہ ہماری پیدائش سے بہت پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم وارادۂ ازلی میں مقرر کر کے لوح محفوظ میں لکھ چکا ہے۔ جس میں اب نہ کسی قسم کا تغیر وتبدل ہوسکتا ہے نہ اس کے خلاف ہم کوئی دوسرا فعل وحرکت کر سکتے ہیں۔

یہی تقرر ازلی تقدیر ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اپنے ایمان کی درستی کے لئے عقیدۂ تقدیر کو جاننا اتنا کافی ہے جتنا تم نے پڑھا۔ اس سے زیادہ اس مسئلے میں بحث ومباحثہ کرنے سے بجائے تقویت کے ایمان میں اور بھی شکوک وشبہات پیدا ہونے لگیں گے۔ اسی وجہ سے اس مسئلہ میں بحث ومباحثہ کرنے سے اسلام میں جبریہ اور قدریّہ کے نئے گمراہ فرقے تو پیدا ہو گئے مگر اصل مسئلہ اب تک جوں کا توں عقدۂ لاینحل ہی رہا۔

وہب بن مُنبّہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا مسئلہ تقدیر پر غور کیا مگر ہر بار حیرت و مایوسی کے سوا کچھ نہ ملا۔ اور اس مسئلہ میں سب سے بڑے عالم کو بڑا جاہل اور سب سے بڑے جاہل کو سب سے بڑا عالم پایا۔

اور درحقیقت یہ مسئلہ مومن مخلص اور غیر مخلص میں معیار امتیاز ہے۔ مومن مخلص تو ایک مخلص غلام کی طرح اپنے آقا کے فرمان کا منتظر رہتا ہے کہ ادھر آقا کا فرمان آیا اور اُدھر بلا چوں و چرا تعمیل میں فوراً مصروف ہو گیا۔ اور غیر مخلص بندہ کام چور غلام کی طرح آقا کے حکم میں بجائے تعمیل کے حیلے بہانے سے عیوب ونقائص اور احتمالات وتاویلات پیدا کرنے لگتا ہے۔

اس بارے میں غور کیا جائے تو عوام کی یہ بہت بڑی غلطی بلکہ ظلم ہے کہ اطاعت و بندگی کے لئے تو تقدیر کا حیلہ بہانہ کر کے اطاعت و بندگی چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر بھوک و پیاس کے وقت اپنی پوری طاقت سے روٹی و پانی کی تلاش میں مصروف رہتے ہیں۔ اور بیماری کے دفعیّہ کے لئے دوادارو کے لئے حکیم وڈاکٹر کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ مگر ان ضروریات کو تقدیر کے حوالہ کر کے سعی و تلاش نہیں چھوڑتے۔ حالانکہ بسا اوقات سعی وتلاش پر بھی روٹی پانی نہیں ملتا اور علاج ومعالجہ سے بھی بیماری زائل نہیں ہوتی۔ تو جس طرح ہم ان ضروریات کے لئے اس امید پر سعی وکوشش کرتے ہیں کہ اکثر ان سے کامیابی ہو جاتی ہے۔ اور اگر کامیابی نہ ہوئی تو دل کو تسلّی دیتے ہیں کہ

تقدیر میں نہ تھا، ورنہ ہم نے سعی کرنے میں کسر نہ چھوڑی تھی۔ تو ٹھیک اسی طرح ہر کام کے ابتداء میں حکیم مطلق (اللہ) کے ہدایات سامنے رکھ کر ان کے مطابق ہر کام کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کرنی چاہئے۔ اب اگر نتیجہ اچھا آیا تو اللہ کا شکر بجالانا چاہئے۔ اور اگر بُرا آیا تو توبہ استغفار کر کے آئندہ کے لئے اللہ سے توفیق خیر کی دعا کرنی چاہئے۔ اور یہی سیدھا اور کامیابی کا راستہ ہے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ۔

(ضمیمہ مسئلہ تقدیر)

تقدیر کا مسئلہ عقائد کا ایک معرکۃ الآراء اختلافی مسئلہ ہے۔ اور اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ آیا انسانی افراد میں جو امیری غریبی، نیکی بدی اور اس کے دوسرے بے شمار حالات، صفات حرکات وسکنات کا اختلاف نظر آتا ہے یہ سب امور اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لئے پہلے سے اپنے علم وارادے کے ذریعہ معیّن کر لئے ہیں اور اسی تعیین کے مطابق وہ اپنی زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ یا انسان کی پیدائش کے وقت اللہ تعالیٰ کو اس کے مستقبل کے متعلق نہ کوئی علم ہوتا ہے اور نہ ارادہ، بلکہ انسان اپنے مستقبل کے بنانے اور اس میں نیک یا بد طرز عمل اختیار کرنے میں آزاد خود مختار ہوتا ہے۔

اس بارے میں ایک فرقہ ایک انتہاء پر پہنچ کر تقدیر کا اس معنٰی میں قائل ہوا کہ انسان جملہ افعال میں مجبور محض ہے۔ جو کچھ اس کے لئے مقدر کر دیا گیا ہے اس کے کرنے پر وہ مجبور ہے۔ اور اس کے سارے اعمال اضطراری اور غیر اختیاری ہیں۔ یہ فرقہ جبریہ کہلاتا ہے۔

دوسرے فرقہ نے جب دیکھا کہ ایک طرف انسان کو اس طرح تقدیر کی رسّی سے جکڑ دینا اور دوسری طرف اس کے افعال پر جزا و سزا مقرر کرنا مقتضائے عقل اور حکمتِ الٰہی دونوں کے خلاف ہے، اس لئے وہ یکلخت دوسری انتہا تک پہنچ کر تقدیر کا کلّیۃً انکار کرنے لگے۔ اس فرقہ کا نام قدریّہ (یعنی منکرین تقدیر) ہے جو انسان کو خود اپنی تقدیر کا بنانے والا خیال کرتا ہے۔

اب اہل حق (یعنی اہل سنت والجماعت) نے جب تقدیر کے ثبوت میں بے شمار عقلی اور نقلی دلائل دیکھے تو انہوں نے تقدیر کے عقیدے کو ضروریاتِ دین سے تسلیم کیا مگر جبریہ کی طرح

بندے کو تقدیر کے ماتحت مجبور محض نہیں بلکہ فاعل مختار قرار دیا۔ گویا بندہ تقدیر کے مطابق افعال کرنے پر مجبور بھی ہے اور مختار بھی۔

اہل حق کا یہ عقیدہ گو بظاہر اجتماع ضدین معلوم ہوتا ہے لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں۔ بلکہ یہ وہ انتہاؤں کے درمیان ایک اعتدال اور توسط کی راہ ہے جس کو اختیار کرنے کے بعد ایسی کسی خرابی کا امکان نہیں رہتا جس کا پیدا ہونا مذکورہ بالا دونوں انتہاؤں میں سے کسی کا قائل ہونے کی صورت میں ضروری ہے۔

حقیقت مسئلہ یہ ہے کہ روز ازل میں اللہ تعالیٰ نے جو تقدیر انسانی معین کر کے لکھی ہے وہ انسان کے ایسے افعال اختیاریہ ہیں جن کو انسان اپنے موجود ہونے کے بعد اپنے اختیار سے عمل میں لاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہر انسان اپنے اپنے افعال کے متعلق یہی محسوس کرتا ہے کہ میں جو بھی کام کرتا ہوں وہ اپنی ہوش و عقل اور اختیار کے ماتحت کرتا ہوں۔ اور اسی وجہ سے دنیا کی حکومتیں انسانی افعال کے متعلق قوانین وضع کرتی ہیں اور ان کے مطابق جزا و سزا دیتی ہیں۔ اور خود ہر انسان اپنی فلاح و بہبود کے لئے ہر طرح غور و فکر و تدبیر و سعی جاری رکھتا ہے، جس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان فاعل مختار ہے۔ ورنہ ایک مجبور محض انسان کے لئے یہ قوانین وضع نہ کئے جاتے۔ اور نہ ہر انسان اپنی بھوک پیاس، دوا دارو کے لئے اس قدر جدو جہد جاری رکھتا۔ اب دل میں صرف یہ سوال کھٹکتا ہے کہ تقدیر کی پابندی کے باوجود بندہ فاعل مختار کیونکر ہوگا۔ اور پیدائش سے پہلے اس کے افعال اختیاریہ کیسے لکھے گئے۔ تو اس کے جواب کے لئے سنیما کے کھیل پر غور کرو۔

سنیما والے کسی کارخانے میں کام کرنے والوں یا نماز پڑھنے اور حج کرنے والوں کے سامنے فلم بنانے کا کیمرہ نصب کرتے ہیں۔ اس کیمرے کے سامنے انسانی افراد کے جملہ حرکات وافعالِ اختیاریہ کی تصویریں فلم پر اُتر جاتی ہیں۔ اب یہ فلم جب تیار ہو کر پردے پر دکھایا جاتا ہے اور دیکھنے والوں میں خود ایکٹنگ کرنے والے بھی شامل ہوں تو بعض وقت ان کو ایکٹنگ کی بعض حرکات خلاف فطرت یا خلاف آداب معلوم ہونے لگتی ہیں، مگر ان کو اب یہ قدرت نہیں ہوتی کہ

اس کو بدل ڈالیں۔ حالانکہ ایکٹنگ کرتے وقت انہوں نے یہ جملہ حرکات اپنے اختیار سے کی تھی۔

اب اگر کوئی ذات ایک انسان کی پوری زندگی کی حرکاتِ اختیاریہ کی فلم تیار کر لے (جیسا کہ کراماً کاتبین تیار کرتے ہیں) اور ایک ایسی علیم وخبیر ہستی ہو کہ انسانی زندگی کے سلسلے میں جتنے افعال وحرکات واقع ہونے والے ہیں وہ اس کی پیدائش سے پہلے اپنے علم کے زور سے معلوم کر کے لکھ دے (جیسا کہ اللہ نے اپنی وسعتِ علم سے ہر انسان کی تقدیر ویسی ہی لکھی ہے) اور یہ دونوں فلم ایک دوسرے سے حرف بحرف مطابق ہوں تو اس سے اس علیم وخبیر کے علم کی تعریف تو کر سکتے ہیں کہ جو لکھا تھا وہی ہوا مگر الزام نہیں لگا سکتے کہ چونکہ تو نے میرے افعال اختیاریہ پہلے سے معلوم کر لئے تھے اس لئے میں ان کے کرنے پر مجبور تھا۔

بس ٹھیک یہی ازلی فلم جو محض علم خداوندی کا نقشہ ہے، تقدیر ہے، جس کے متعلق انسان نہ مکلّف ہے نہ اس کا علم کسی کو دیا ہے۔ اور یہ دوسرا فلم جو کراماً کاتبین تیار کرتے ہیں یہی انسان کے اختیاری اعمال ہیں جن پر جزا و سزا مقرر ہے۔ بس اس قدر جاننا کافی ہے اس سے زیادہ اس مسئلہ میں بحث کرنا خطرے سے خالی نہیں۔ البتہ ہر ایسے وقت یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ جُهْدِ الْبَلَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَسُوْءِ الْقَضَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

تم بحمد اللہ

ہماری اہم مطبوعات

نمبر شمار	کتابوں کے نام	ہدیہ
١	فتاویٰ حسینیہ (گجراتی)	۵٠/-
٢	ہشت سورہ	٢۵/-
٣	معین الفرائض (اردو)	٢٢/-
۴	معین المنطق (حصہ اوّل، دوم - اردو)	١٢/-
۵	معین الحکمت (اردو)	١٨/-
٦	معین العقائد (اردو)	١٨/-
٧	معین العقائد (گجراتی)	١٨/-
٨	معلم النحو (اردو)	٦/-
٩	خطبۂ جمعہ	۵٠
١٠	خطبۂ عیدین	
١١	اسماءِ بدریّین	٣/-
١٢	اسماءِ محمدی تعویذ	٣/-
١٣	حفاظتی تعویذ	٢/-
١۴	معلم الصرف (چار حصّے مکمل - اردو)	٢۴/-

نمبر شمار	کتابوں کے نام	ہدیہ
۱۵	عمرہ کا طریقہ	۱۲/-
۱۶	فرض اور نفل نمازوں کی فضیلتیں اور برکتیں	۱۲/-
۱۷	تحفۃ الطلبہ (اضافہ شدہ)	۱۵/-
۱۸	ختم خواجگان	مفت
۱۹	حج اور زیارت کی مسنون دعائیں اور مسائل	مفت
۲۰	احکام المیت	مفت
۲۱	پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنتیں	مفت
۲۲	وصیت کر کے نقصان پہنچانا	مفت
۲۳	درود و سلام (گجراتی)	مفت
۲۴	درود و سلام (اردو)	مفت
۲۵	حج کے پانچ دن	مفت

﴿کتاب ملنے کا پتہ﴾

جامعہ حسینیہ

مورابھاگل، راندیر، سورت

فون: 0261-2763303 فیکس: 0261-2766327

* * *

''جامعہ حسینیہ محمدیہ عربیہ اسلامیہ، راندیر'' کی عظیم درسگاہ

جامعہ حسینیہ راندیر

جامعہ حسینیہ محمدیہ عربیہ اسلامیہ، راندیر، سورت۔ جس کو حضرت مولانا حسین بن مولانا قاری اسماعیلؒ نے اشاعت اسلام وترویج اسلام وترویج سنت نبویہ و اصلاح اخلاق عامۃ المسلمین کے لئے عموماً اور گجرات کے مسلمانوں میں تعلیم پھیلانے کے لئے خصوصاً ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء میں قائم کیا تھا جو نہایت کامیابی سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور مسلمانوں کی امداد واعانت پر جاری ہے۔ ادامها اللّٰہ تعالیٰ